

گُمان

www.HallaGulla.com



جون ايليا

Virtual Home
for Real People

www.HallaGulla.com

انتساب

اس یقین کے نام
جو مجھے اپنے قارئین
کی شعر شناسی پر ہے

Virtual Home
for Real People

اشاریہ

غزلیات:-

- 09 فرقت میں وصلت برپا ہے، اللہ ہو کے باڑے میں
10 کیا یقیں اور کیا گماں چُپ رہ
11 ایک گماں کا حال ہے اور فقط گماں میں ہے
12 ہم ترا ہجر منانے کے لیے نکلے ہیں
14 کب اُس کا وصال چاہیے تھا
15 اُس نے ہم کو گمان میں رکھا
16 اپنی منزل کا راستہ بھیجو
17 خود سے رشتے رہے کہاں اُن کے
18 زخم اُمید بھر گیا کب کا
18 مجھ کو تو گر کے مرنا ہے
20 تشنگی نے سراب ہی لکھا
21 تم سے بھی اب تو جا چکا ہوں میں
22 گزاراں ہیں گزرتے رہتے ہیں
23 شام تھی اور برگ و گل شل تھے مگر صبا بھی تھی
24 اے کوئے یار تیرے زمانے گزر گئے
25 کسی سے کوئی خفا بھی نہیں رہا اب تو
26 عذاب ہجر بڑھالوں اگر اجازت ہو (دوغزلہ)

- 27 تمہارا ہجر منالوں اگر اجازت ہو
- 28 ہجر کی آنکھوں سے آنکھیں تو ملاتے جائے
- 29 جُزگمان اور تھا ہی کیا میا (دو غزلہ)
- 30 ذکر بھی اس سے کیا بھلا میرا
- 31 حواس میں تو نہ تھے پھر بھی کیا نہ کر آئے
- 32 نہ ہم رہے نہ وہ خواہو کی زندگی ہی رہی
- 33 کوئے جاناں میں اور کیا مانگو
- 35 سر صحر احباب نیچے ہیں
- 36 نئی خواہش رچائی جا رہی ہے (دو غزلہ)
- 37 تری قیمت گھٹائی جا رہی ہے
- 38 عجب اک طور ہے جو ہم ستم ایجا در کھیں
- 39 کیا یہ آفت نہیں عذاب نہیں (سہ غزلہ)
- 40 اب کسی سے مرا حساب نہیں
- 41 سب چلے جاؤ، مجھ میں تاب نہیں
- 42 کام کی بات میں نے کی ہی نہیں
- 44 طفلان کو چہ گرد کے پتھر بھی کچھ نہیں
- 46 وہ جو کیا کچھ نہ کرنے والے تھے
- 46 جب ہم کہیں نہ ہوں گے تب شہر بھر میں ہوں گے
- 48 وہ جو تھا وہ کبھی ملا ہی نہیں
- 49 سر پر اک سچ مچ ملا ہی نہیں
- 49 ٹھیروں نہ گلی میں تری وحشت نے کہا تھا

- 50 یاد اُسے انتہائی کرتے ہیں
- 52 میں نہ ٹھہروں نہ جان تو ٹھہرے
- 53 خون تھو کے گی زندگی کب تک (دو غزلہ)
- 54 مس سہوں کرب زندگی کب تک
- 56 دل سے ہے بہت گریز پاؤ
- 57 وہ خیال محال کس کا تھا
- 58 حال خوش تذکرہ نگاروں کا
- 59 شہر بہ شہر سفر زاد سفر لیے بغیر
- 60 گلے سے باز آیا جا رہا ہے
- 61 گماں کی اک پریشاں منظری ہے
- 62 دل تمنا سے ڈر گیا جانم
- 63 کون سے شوق کس ہوس کا نہیں
- 64 کوئی گماں بھی نہیں درمیاں گماں ہے یہی
- 65 بخشش ہوا ہے یقین، گماں بے لباس ہے
- 66 رہن سرشاری فضا کے ہیں
- 67 یہاں تو کوئی من چلا ہی نہیں
- 69 دل کی تکلیف کم نہیں کرتے
- 69 دل کتنا آباد ہو واجب دید کے گھر برباد ہوئے
- 71 جبر پُر اختیار ہے، اماں ہاں (دو غزلہ)
- 72 ایک ہی بار بار ہے، اماں ہاں

- 73 بڑا احسان ہم فرما رہے ہیں
- 75 خود مست ہوں خود سے آملا ہوں
- 76 شام تک میری بے گلی ہے شراب
- 77 آ کہ جہان بے خبراں میں بے خبرانہ رقص کریں
- 78 دل سے اب رسم وراہ کی جائے (دو غزلہ)
- 79 ذات اپنی گواہ کی جائے
- 80 دل گماں تھا گمانیاں تھے ہم
- 81 اک دل ہے جو ہر لمحہ جلانے کے لیے ہے
- 82 عجب حالت ہماری ہو گئی ہے
- 83 نہیں نباہی خوشی سے غمی کو چھوڑ دیا
- 84 چلو بادِ بہاری جا رہی ہے
- 86 دل جو دیوانہ نہیں آخر کو دیوانہ بھی تھا
- 86 عیشِ اُمید ہی سے خطرہ ہے
- 88 کب پتیا رکو، ہم اپنے لکھا کرتے ہیں
- 90 مہک سے اپنی گل تازہ مست رہتا ہے
- 90 ہر دھڑکن ہیجانی تھی خاموشی طوفانی تھی
- 92 ہیں موسم رنگ کے کتنے گنوائے، میں نہیں گنتا
- 93 غم ہے بے ماجرا کئی دن سے
- 94 ہے عجب حال یہ زمانے کا
- 95 خود میں ہی گزر کے تھک گیا ہوں
- 96 حساب داری سودوزیاں سے چل نکلو

- 97 تجھ بدن پر ہم نے جانیں واریاں (دوغزلہ)
- 98 ہیں سبھی سے جن کی گہری یاریاں
- 99 کبھی کبھی تو بہت یاد آنے لگتے ہو
- 100 تم سے جانم عاشقی کی جائے گی
- 101 گھر سے ہم گھر تک گئے ہوں گے
- 102 دل جواک جائے تھی دنیا ہوئی آباد اس میں
- 103 خواب کے رنگ دل و جاں میں سجائے بھی گئے
- 104 کر لیا خود کو جوتہا میں نے
- 105 کوئی بھی کیوں مجھ سے شرمندہ ہوا
- 106 وہ اہل حال جو خود رنگی میں آئے تھے
- 107 میں دل کی شراب پی رہا ہوں
- 108 جب تری خواہش کے بادل چھٹ گئے
- 109 وہ جو اپنے مکان چھور گئے
- 110 آدمی وقت پر گیا ہوگا
- 110 بے انتہائی شیوہ ہمارا اسدا سے ہے
- 111 دل جو ہے آگ لگا دوں اُس کو
- 112 مجھ کو شب و جود میں تابش خواب چاہیے
- 113 کسی حال میں نہیں ہوں کوئی حال اب نہیں ہے
- 114 ہونے کا دھوکا ہی تھا
- 115 آپ اپنا غبار تھے ہم تو
- 117 راس آنہیں سکا کوئی پیمان الوداع

نظمیں:-

119

مذاق

120

تمہارے اور میرے درمیاں

121

تمثیل

122

شکر جی

123

زہر ناب کادن

125

پہنا، درازا اور ژرفا

126

انگارے

127

تم مجھے بتاؤ تو

129

بے ساز و ساماں

130

فارہ

134

قطعات:-

Virtual Home
for Real People



فرقت میں وصلت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں
آشوبِ وحدت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

روحِ گل سے سب روحوں پر وصل کی حسرت طاری ہے
اک سرِّ حکمت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

بے احوالی کی حالت ہے شاید یا شاید کہ نہیں
پُر احوالیت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

مُختاری کے لب ”سلو انا“ جبرِ عجب تر ٹھہرا ہے
ہیجانِ غیرت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

بابا الف ارشاد کناں ہیں پیشِ عدم کے باڑے میں
حیرتِ بے حیرت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

معنی ہیں لفظوں سے برہم ”قہرِ خموشیِ عالم“ ہے
ایک عجب جُت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں

موجودی سے انکاری ہے اپنی ضد میں نازِ وجود
حالتِ سی حالت برپا ہے، اللہ ھو کے باڑے میں





کیا یقین اور کیا گماں پُچ رہ
شام کا وقت ہے میاں ' پُچ رہ

ہو گیا قصہ وجود تمام
ہے اب آغازِ داستاں ' پُچ رہ

میں تُو پہلے ہی جا چکا ہو کہیں
تُو بھی جاناں نہیں یہاں ' پُچ رہ

تُو اب آیا ہے حال میں اپنے
جب زمیں ہے نہ آسماں ' پُچ رہ

تُو جہاں تھا جہاں جہاں تھا کبھی
تُو بھی اب تو نہیں وہاں ' پُچ رہ

ذکر چھیڑا خدا کا پھر تُو نے
یاں ہے انساں بھی رایگاں ' پُچ رہ

سارا سودا نکال دے سر سے
اب نہیں کوئی آستاں ' پُچ رہ

اہرمن ہو ' خدا ہو ' یا آدم
ہو چکا سب کا امتحاں ' پُچ رہ

درمیانی ہی اب سبھی کچھ ہے
تُو نہیں اپنے درمیاں ' چُپ رہ

اب کوئی بات تیری بات نہیں
نہیں تیری ' تری زباں ' چُپ رہ

ہے یہاں ذکرِ حالِ مو جو وہ
تُو ہے اب ازگزشتگاں ' چُپ رہ

ہجر کی جاں کنی تمام ہوئی
دل ہوا جون بے اماں ' چُپ رہ

☆☆☆☆

ایک گماں کا حال ہے اور فقط گماں میں ہے
کس نے عذابِ جاں سہاں، کون عذابِ جاں میں ہے

لمحہ بہ لمحہ دم بہ دم آن بہ آن رم بہ رم
میں بھی گزشتگاں میں ہوں تُو بھی گزشتگاں میں ہے

آدم و ذات کبر یا کرب میں ہیں جدا جدا
کیا کہوں ان کا ماجرا جو بھی ہے امتحاں میں ہے

شاخ سے اُڑ گیا پرند ہے دلِ شامِ دردمند
صحن میں ہے ملال سا مَحْن سا سماں میں ہے

خود بھی بے اماں ہوں میں، تجھ میں بھی بے اماں ہوں میں
کون سہے گا اس کا غم وہ جو میری اماں میں ہے

کیسا حساب کیا حسابِ حالتِ حال ہے عذاب
زخمِ نفسِ نفس میں ہے زہرِ زماں زماں میں ہے

اس کا فراق بھی زیاں اس کا وصال بھی زیاں
ایک عجیب کشمکشِ حلقہ بے دلاں میں ہے

بود و نبود کا حساب میں نہیں جانتا مگر
سارے وجود کی ”نہیں“ میرے عدم کی ”ہاں“ میں ہے

Virtual Home
for Real People

☆☆☆☆

ہم تیرا ہجر منانے کے لیے نکلے ہیں
شہر میں آگ لگانے کے لیے نکلے ہیں

شہر کو چو میں کرو حشر پیا آج کہ ہم
اس کے وعدے کو بھلانے کے لیے نکلے ہیں

ہم سے جو روٹھ گیا ہے وہ بہت ہے معصوم
ہم تو اوروں کو منانے کے لیے نکلے ہیں

شہر میں شور ہے، وہ یوں کے گماں کے سفری
اپنے ہی آپ میں آنے کے لیے نکلے ہیں

وہ جو تھے شہر تحیرتے پُر فن معمار
وہی پُر فن تجھے ڈھانے کے لیے نکلے ہیں

رہگذر میں تری قالین بچھانے والے
خون کا فرش بچھانے کے لیے نکلے ہیں

ہمیں کرنا ہے خداوند کی امداد سوہم
دیر و کعبہ کو لڑانے کے لیے نکلے ہیں

سیر شب اک نئی تمثیل پیا ہونی ہے
اور ہم پردہ اٹھانے کے لیے نکلے ہیں

ہمیں سیراب نئی نسل کو کرنا ہے سوہم
خون میں اپنے نہانے کے لیے نکلے ہیں

ہم کہیں کے بھی نہیں پر یہ ہے روداد اپنی
ہم کہیں سے بھی نہ جانے کے لیے نکلے ہیں

☆☆☆☆

کب اس کا وصال چاہیے تھا
بس ایک خیال چاہیے تھا

کب دل کو جو اب سے غرض تھی
ہو نٹوں کو سوال چاہیے تھا

شوق ایک نفس تھا اور وفا کو
پاسِ مہ و سال چاہیے تھا

ایک چہرہ سادہ تھا جو ہم کو
بے مثل و مثال چاہیے تھا

اک کر ب میں ذات و زندگی ہیں
ممکن کو محال چاہیے تھا

میں کیا ہوں بس اک ملا ل ماضی
اُس شخص کو حال چاہیے تھا

ہم تم جو بچھڑ گئے ہیں ہم کو
کچھ دن تو ملا ل چاہیے تھا

☆☆☆☆

اُس نے ہم کو گمان میں رکھا
اور پھر کم ہی دھیان میں رکھا

کیا قیامت نمود تھی وہ جس نے
حشر اُس کی اٹھان میں رکھا

جو شش خوں نے اپنے فن کا حساب
ایک چوب ' اک چٹان میں رکھا

لمحے لمحے کی اپنی تھی اک شان
تُو نے ہی ایک شان میں رکھا

ہم نے پیہم قبول ورد کر کے
اُس کو ایک امتحان میں رکھا

تم تو اس یاد کی امان میں ہو
اُس کو کس کی امان میں رکھا

اپنا رشتہ زمیں سے ہی رکھو
کچھ نہیں آسمان میں رکھاں

☆☆☆☆

اپنی منزل کا راستہ بھیجو
جان ہم کو وہاں بلا بھیجو

کیا ہمارا نہیں رہا ساون
زُلف یاں بھی کوئی گھٹا بھیجو

نئی کلیاں جو اب کھلی ہیں وہاں
اُن کی خوشبو کو اک ذرا بھیجو

ہم نہ جیتے ہیں اور نہ مرتے ہیں
درد بھیجو نہ تم دوا بھیجو

دھول اڑتی ہے جو اُس آنگن میں
اُس کو بھیجو ، صبا صبا بھیجو

اے فقیرو ! گلی کے اُس گل کی
تم ہمیں اپنی خاک پا بھیجو

گمان 17 جون ایلیا
شفقِ شام ہجر کے ہاتھوں
اپنی اتری ہوئی قبا بھیجو

کچھ تو رشتہ ہے تم سے کم بخنوا
کچھ نہیں ، کوئی بد دُعا بھیجو

www.HallaGulla.com

☆☆☆☆

خود سے رشتے رہے کہاں اُن کے
غم تو جانے تھے رائگاں اُن کے

مست اُن کو گماں میں رہنے دے
خانہ برباد ہیں گماں اُن کے

یا ر سکھ نیند ہو نصیب اُن کو
دُکھ یہ ہے دُکھ ہیں بے اماں اُن کے

کتنی سرسبز تھی زمیں اُن کی
کتنے نیلے تھے آسماں اُن کے

نوحہ خوانی ہے کیا ضرور انہیں
ان کے نغے ہیں نوحہ خواں اُن کے

☆☆☆☆

زخمِ اُمید بھر گیا کب کا
قیس تو اپنے گھر گیا کب کا

اب تو منہ اپنا مت دکھا و مجھے
نا صحو میں سدھر گیا کب کا

آپ اب پوچھنے کو آئے ہیں
دل مری جان مر گیا کب کا

آپ اک اور نیند لے لیجئے
قافلہ کو چ کر گیا کب کا

میرا فہرست سے نکال دو نام
میں خود سے مگر گیا کب کا

☆☆☆☆

مجھ کو تو گر کے مرنا ہے
باقی کو کیا کرنا ہے

شہر ہے چہروں کی تمثیل
سب کا رنگ اترنا ہے

وقت ہے وہ نا ٹک جس میں
سب کو ڈرا کر ڈرنا ہے

میرے نقشِ ثانی کو
مجھ میں ہی سے اُبھرنا ہے

کیسی تلا فی کیا تدبیر
کرنا ہے اور بھرنا ہے

جو نہیں گزرا ہے اب تک
وہ لمحہ تو گزرنا ہے

اپنے گماں کا رنگ تھا میں
اب یہ رنگ بکھرنا ہے

ہم دو پائے ہیں سو ہمیں
میز پہ جا کر چرنا ہے

چاہے ہم کو بھی کرلیں
ہم ایسوں کو سدھرنا ہے

ہم تم ہیں اک لمحہ کے
پھر بھی وعدہ کرنا ہے



تشنگی نے سراب ہی لکھا
خواب دیکھا تھا خواب ہی لکھا

ہم نے لکھا نصابِ تیرہ شی
اور بہ صد آب و تاب ہی لکھا

منشیانِ شہود نے تاحال
ذکرِ غیب و حجاب ہی لکھا

نہ رکھا ہم نے بیش و کم کا خیال
شوق کو بے حساب ہی لکھا

دوستوں ، ہم نے اپنا حال اُسے
جب بھی لکھا خراب ہی لکھا

نہ لکھا اس نے کوئی بھی مکتوب
پھر بھی ہم نے جواب ہی لکھا

ہم نے اس شہرِ دین و دولت میں
مسخروں کو جناب ہی لکھا



تم سے بھی اب تو جا چکا ہوں میں
دُور ہا دُور آ چکا ہو ں میں

یہ بہت غم کی بات ہو شاید
اب تو غم بھی گنوا چُکا ہو ں میں

اس گمانِ گماں کے عالم میں
آخرش کیا بھلا چُکا ہوں میں

اب بیر شیر اشتہا ہے مری
شاعروں کو تو کھا چُکا ہو ں میں

میں ہوں معمار پر یہ بتلا دوں
شہر کے شہر ڈھا چُکا ہو ں میں

حال ہے اک عجب فراغت کا
اپنا ہر غم منا چُکا ہوں میں

لوگ کہتے ہیں میں نے جوگ لیا
اور دھو نی رما چُکا ہو ں میں

نہیں املا دُست غالب کا
شیفتہ کو بتا چُکا ہوں میں

☆☆☆☆

گزراں ہے گزرتے رہتے ہیں

ہم میاں جان مرتے رہتے ہیں

ہائے جاناں وہ ناف پیالہ ترا

دل میں بس گھونٹ اترتے رہتے ہیں

دل کا جلسہ بکھر گیا تو کیا

سارے جلسے بکھرتے رہتے ہیں

یعنی کیا کچھ بلا دیا ہم نے

اب تو ہم خود سے ڈرتیہتے ہیں

ہم سے کیا کیا خدا مکرنا ہے

ہم خدا سے مکرنا رہتے ہیں

دل کے سب زخم پیشہ ور ہیں میاں

آن ہا آن بھرتے رہتے ہیں



شام تھی اور برگ و گل شل تھے مگر صبا بھی تھی
ایک عجیب سکوت تھا ایک عجب صدا بھی تھی

ایک ملال کا سا حال محو تھا اپنے حال میں
رقص و نوا تھے بے طرف محفلِ شب پیا بھی تھی

سا معنہ صدائے جاں بے سروکار تھا کہ تھا
ایک گماں کی داستاں بر لبِ نیم وا بھی تھی

کیا مہ و سالِ ما جرا ، ایک پلک تھی جو میاں
بات کی ابتدا بھی تھی بات کی انتہا بھی تھی

ایک سرودِ روشنی نیمہ شب کا خواب تھا
ایک خموش تیرگی سا نہ آشنا بھی تھی

دل ترا پیشہ گلہ کام خراب کر گیا
ور نہ تو ایک رنج کی حالتِ بے گلہ بھی تھی

دل کے معاملے جو تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے
اک ہوس تھی دل میں جو دل سے گریز پا بھی تھی

بال و پر خیال کو اب نہیں سمت و سُو نصیب
پہلے تھی اک عجب فضا اور جو پُر فضا بھی تھی

خشک ہے چشمہ سارِ جاں زرد ہے سبزہ زارِ دل
اب تو یہ سوچے کہ یاں پہلے کبھی ہوا بھی تھی

www.HallaGulla.com



اے کوئے یار تیرے زمانے گزر گئے
جو اپنے گھر سے آئے تھے وہ اپنے گھر گئے

اب کون زخم و زہر سے رکھے گا سلسلہ
چینے کی اب ہوس ہے ہمیں ہم تو مر گئے

اب کیا کہوں کہ سارا محلہ ہے شرمسار
میں ہوں عذاب میں کہ مرے زخم بھر گئے

ہم نے بھی زندگی کو تماشا بنا دیا
اس سے گزر گئے کبھی خود سے گزر گئے

تھا رن بھی زندگی کا عجب طرفہ ماجرا
یعنی اٹھے تو پاؤں مگر جون سر گئے



کسی سے کوئی خفا بھی نہیں رہا اب تو
گلہ کرو کہ گلہ بھی نہیں رہا اب تو
وہ کا ہشیں ہیں کہ عیش جنوں تو کیا یعنی
غرورِ ذہنِ رسا بھی نہیں رہا اب تو

شکستِ ذات کا اقرار اور کیا ہو گا
کہ ادعائے وفا بھی نہیں رہا اب تو

پننے ہوئے ہیں لبوں پر ترے ہزار جواب
شکایتوں کا مزہ بھی نہیں رہا اب تو

ہوں بتلائے یقین، میری مشکلیں مت پوچھ
گمان عقدہ کشا بھی نہیں رہا اب تو

مرے وجود کا اب کیا سوال ہے یعنی
میں اپنے حق میں برا بھی نہیں رہا اب تو

یہی عطیہ صبحِ شبِ وصال ہے کیا
کہ سحرِ نازِ ادا بھی نہیں رہا اب تو

یقین کر جو تری آرزو میں تھا پہلے
وہ لطف ترے سوا بھی نہیں رہا اب تو

وہ سکھ وہاں کہ خدا کی ہیں بخششیں کیا کیا
یہاں یہ دکھ کہ خدا بھی نہیں رہا اب تو

www.HallaGulla.com

☆

عذابِ ہجر بڑھالوں اگر اجازت ہو
اک اور زخم میں کھالوں اگر اجازت ہو

تمہارے عارضِ ولب کی جدائی کے دن ہیں
میں جامِ منہ سے لگا لوں اگر اجازت ہو

تمہارا حُسن ، تمہارے خیال کا چہرہ
شبا ہتوں میں پھپھالوں اگر اجازت ہو

تمہیں سے ہے مرے ہر خوابِ شوق کا رشتہ
اک اور خوابِ کمالوں اگر اجازت ہو

تھکا دیا ہے تمہارے فراق نے مجھ کو
کہیں میں خود کو گرا لوں اگر اجازت ہو

برائے نام بنامِ شبِ وصال یہاں
شبِ فراق منالوں اگر اجازت ہو

www.HallaGulla.com



تمہارا ہجر منالوں اگر اجازت ہو
میں دل کسی سے لگا لوں اگر اجازت ہو

تمہارے بعد بھلا کیا ہیں وعدہ و پیمان
بس اپنا وقت گنوا لوں اگر اجازت ہو

تمہارے ہجر کی شب ہائے کار میں جاناں
کوئی چراغ جلا لوں اگر اجازت ہو

جنوں وہی ہے ، وہی میں ، مگر ہے شہر نیا
یہاں بھی شور مچا لوں اگر اجازت ہو

کسے ہے خواہشِ مرہم گری مگر پھر بھی
میں اپنے زخم دکھا لوں اگر اجازت ہو

تمہاری یا د میں جینے کی آرزو ابھی
کچھ اپنا حال سنبھال لوں اگر اجازت ہو



ہجر کی آنکھوں سے آنکھیں تو ملاتے جائیے

ہجر میں کرنا ہے کیا یہ تو بتا رے جائیے

بن کے خوشبو کی ادا سی ریسے دل کے باغ میں

دور ہوتے جائیے نزدیک آتے جائیے

جاتے جاتے آپ اتنا کام تو کیجیے مرا

یا د کا سارا سروساماں جلاتے جائیے

رہ گئی اُمید تو برباد ہو جاؤں گا میں

جائیے تو پھر مجھے سچ مچ بھلاتے جائیے

زندگی کی انجمن کا بس یہی دستور ہے

بڑھ کے ملیے اور مل کر دور جاتے جائیے

آخری رشتہ تو ہم میں اک خوشی اک غم کا تھا

مسکراتے جائیے آنسو بہاتے جائیے

وہ گلی ہے اک شرابی چشم کا فر کی گلی

اس گلی میں جائیے تو لڑکھڑاتے جائیے

آپ کو جب مجھ سے شکوا ہی نہیں کوئی تو پھر
آگ ہی دل میں لگانی ہے لگاتے جائے

کوچ ہے خوابوں سے تعبیروں کی سمتوں میں تو پھر
جائے پر دم بہ دم بر باد جاتے جائے

آپ کا مہمان ہوں میں آپ میرے میزبان
سو مجھے زہر مروت تو پلاتے جائے

ہے سر شب اور مرے گھر میں نہیں کوئی چراغ
آگ تو اس گھر میں جانا نہ لگاتے جائے



جو گماں اور تھا ہی کیا میرا
فقط اک میرا نام تھا میرا

نکھت پیر ہن سے اس گل کی
سلسلہ بے صبا رہا میرا

مجھ کو خواہش ہی ڈھونڈنے کی نہ تھی
مجھ میں کھو یا رہا خدا میرا

تھوک دے خون جان لے وہ اگر
عا لم ترکِ مد عا میرا

جب تجھے میری چاہ تھی جاناں !
بس وہی وقت تھا کڑا میرا

کوئی مجھ تک پہنچ نہیں پاتا
اتنا آسان ہے پتا میرا

آچکا پیش وہ مروت سے
اب چلوں کام ہو چکا میرا

آج میں خود سے ہو گیا ما یوس
آج اک یار مر گیا میرا



ذکر بھی اس سے کیا بھلا میرا
اس سے رشتہ ہی کیا رہا میرا

آج مجھ کو بہت بُرا کہہ کر
آپ نے نام تو لیا میرا

آخری بات تم سے سے کہنا ہے
یاد رکھنا نہ تم کہا میرا

اب تو کچھ بھی نہیں ہوں میں ویسے
کبھی وہ بھی تھا بتلا میرا

وہ بھی منزل تک پہنچ جاتا
اس نے ڈھونڈا نہیں پتا میرا

مجھ سے مجھ کو نجات مل جائے
تو دعا کر کہ ہو بھلا میرا

کیا بتاؤں پھڑ گیا یا راں
ایک بلقیس سے سب میرا



Virtual Home
for All People

حواس میں تو نہ تھے پھر بھی کیا نہ کر آئے
کہ دار پر گئے ہم اور پھر اتر آئے

عجیب حال کے مجنوں تھے جو بہ عشوہ و ناز
بہ سوائے باد یہ محل میں بیٹھ کر آئے

کبھی گئے تھے میاں جو خبر کو صحرا کی
وہ آئے بھی تو بگولوں کے ساتھ گھر آئے

کوئی جنوں نہیں سو دا نیان صحرا کو
کہ جو عذاب بھی آئے وہ شہر پر آئے

تا و دام گرو چا پیے تمہیں اب کیا
پرندگان ہوا خاک پر اتر آئے

عجب خلوص سے رخصت کیا گیا ہم کو
خیال خام کا تاوان تھا سو بھر آئے



نہ ہم رہے نہ وہ خوابوں کی زندگی ہی رہی
گماں گماں سی مہک خود کو ڈھونڈتی ہی رہی

عجب طرح رخ آئندگی کا رنگ اڑا
دیا رذات میں از خود گزشتگی ہی رہی

حریم شوق کا عالم بتائیں کیا تم کو
حریم شوق میں بس شوق کی کمی ہی رہی

پس نگاہِ تغافل تھی اک نگاہ کہ تھی
جو دل کے چہرہ حسرت کی تا زگی ہی رہی

عجیب آئینہ پر تو تمنا تھا
تھی اُس میں ایک اداسی کو جو سچی ہی رہی

بدل گیا سبھی کچھ اس دیا رِ بو دس میں
گلی تھی جو تری جاں وہ تری گلی ہی رہی

تمام دل کے محلے اجڑ چکے تھے مگر
بہت دنوں تو ہنسی ہی رہی خوشی ہی رہی

وہ داستان تمہیں اب بھی یاد ہے کہ نہیں
جو خون تھوکنے والوں کی بے حسی ہی رہی

سناؤں میں کسے افسانہ خیال ملا
تری کمی ہی رہی اور مری کمی ہی رہی

Virtual Home
for Real People



کوئے جاناں میں اور کیا مانگو
حالتِ حالِ یک صدا مانگو

ہر نفس تم یقینِ منعم سے
رزق اپنے گمان کا مانگو

ہے اگر وہ بہت ہی دل نز دیک
اس سے دُوری کا سلسلہ مانگو

درِ مطلب ہے کیا طلب انگیز
کچھ نہیں واں سو کچھ بھی مانگو

گوشہ گیرِ غبارِ ذات ہوں میں
مجھ میں ہو کر مرا پتا مانگو

منکرانِ خدائے بخشندہ
اس سے تو اور اک خدا مانگو

اُسِ حکمِ رقصِ گر کے سائل ہو
نافِ پیالے کی تم عطا مانگو

لاکھ جنجال مانگنے میں ہیں
کچھ نہ مانگو فقط دُعا مانگو



سر صحرا حباب بیچے ہیں
لب دریا سراب بیچے ہیں

اور تو کیا تھا بیچنے کے لیے
اپنی آنکھوں کے خواب بیچے ہیں

خود سوال ان لبوں سے کر کے میاں
خود ہی ان کے جواب بیچے ہیں

زُلف کوچوں میں شانہ کش نے ترے
کتنے ہی پچ و تاب بیچے ہیں

شہر میں ہم خراب حالوں نے
حال اپنے خراب بیچے ہیں

جانِ من تیری بے نقاب بی نے
آج کتنے نقاب بیچے ہیں

میری فریاد نے سکوت کے ساتھ
اپنے لب کے عذاب بیچے ہیں



نئی خواہش رچا ئی جا رہی ہے
تری فرقت منائی جا رہی ہے

نبھائی تھی نہ ہم نے جانے کس سے
کہ اب سب سے نبھائی جا رہی ہے

ہمارے دل محلے کی گلی سے
ہماری لاش لائی جا رہی ہے

کہاں لذت وہ سوزِ جستجو کی
یہاں ہر چیز پائی جا رہی ہے

خوشا احوال اپنی زند گئی کا
سلیقے سے گنوائی جا رہی ہے

دریچوں سے تھا اپنے پیر ہم کو
سو خود دیمک لگا ئی جا رہی ہے

جدائی موسموں کی دھوپ سنیو
مری کیاری جلائی جا رہی ہے

مری جاں اب یہ صورت ہے کہ مجھ سے
تری عادت چھڑائی جا رہی ہے

میں پیہم ہار کے یہ سوچتا ہوں
وہ کیا شے ہے جو ہاری جا رہی ہے

www.HallaGulla.com

☆

تری قیمت گھٹائی جا رہی ہے
مجھے فرقت سکھائی جا رہی ہے

یہ ہے تعمیر دنیا کا زمانہ
حویلی دل کی ڈھائی جا رہی ہے

وہ شے جو صرف ہندوستان کی تھی
وہ پاکستان لائی جا رہی ہے

کہاں کا دین، کیسا دین، کیا دین
کہ کیا گڑ بڑ مچائی جا رہی ہے

شعورِ آدمی کی سر زمیں تک
خدا کی اب ڈھائی جا رہی ہے

بہت سی صورتیں منظر میں لا کر
تمنا آزمائی جا رہی ہے

مجھے اب ہوش آتا جا رہا ہے
خدا تیری خدائی جارہی ہے

نہیں معلوم کیا سازش ہے دل کی
کہ خود ہی مات کھائی جا رہی ہے

ہے ویرانی کی دھوپ اور ایک آنگن
اور اس پر لُو چلائی جا رہی ہے



عجب اک طور ہے جو ہم ستم ایجا د رکھیں
کہ نہ اُس شخص کو بھولیں نہ اُسے یاد رکھیں

عہد اس کو چہ دل سے ہے سوا س کو چے میں
ہے کوئی اپنی جگہ ہم جسے بر باد رکھیں

کیا کہیں کتنے ہی نکلتے ہیں جو برتے نہ گئے
خوش بدن عشق کریں اور ہمیں اُستاد رکھیں

بے ستوں ایک نواجی میں ہے شہر دل کی
تیشہ انعام کریں اور کوئی فرہاد رکھیں

آشیا نہ کوئی اپنا نہیں پر شوق یہ ہے
اک قفس لائیں کہیں سے کوئی صیاد رکھیں

ہم کو انفاں کی اپنے ہے عمارت کرنی
اس عمارت کی لبوں پر ترے بنیاد رکھیں

☆

کیا یہ آفت نہیں عذاب نہیں
دل کی حالت بہت خراب نہیں

مُد پل پل کی بے حسابی ہے
کہ محاسب نہیں حساب نہیں

خوب گاؤ بجاؤ اور پیو
ان دنوں شہر میں جناب نہیں

سب بھٹکتے ہیں اپنی گلیوں میں
تاہ خود کوئی باریاب نہیں

تو ہی میرا سوال ازل سے ہے
اور ساجن ترا جواب نہیں

حفظ ہے " شمسِ بازغہ " مجھ کو
پر میسر وہ ماہتاب نہیں

تجھ کو دل درد کا نہیں احساس
سو مری پنڈلیوں کو داب نہیں

نہیں جڑتا خیال کو بھی خیال
خواب میں بھی تو کوئی خواب نہیں

سٹرِ مُو اس کی زیرِ ناف کی ہائے
جس کی چاقو زنوں کو تاب نہیں



اب کسی سے مرا حساب نہیں
میری آنکھوں میں کوئی خواب نہیں

خون کے گھونٹ پی رہا ہوں میں
یہ مرا خون ہے شراب نہیں

میں سراپی ہوں میری آس نہ چھین
تو مری آص ہے سراب نہیں

نوچ پھینکے لبوں سے میں نے سوال
طاقتِ شوخیِ جواب نہیں

اب تو پنجاب بھی نہیں پنجاب
اور خود جیا اب دوآب نہیں

غمِ ابد کا نہیں ہے آن کا ہے
اور اس کا کوئی حساب نہیں

بو دس اک رو ہے ایک رو یعنی
اس کی فطرت میں انقلاب نہیں



سب چلے جاؤ، مجھ میں تاب نہیں
نام کو بھی اب اضطراب نہیں

خونِ کردوں ترے شباب کا میں
مجھ سا قاتل ترا شباب نہیں

اک کتابِ وجود ہے تو سہی
شاید اس میں دعا کا باب نہیں

تُو جو پڑھتا ہے یُو علی کی کتاب
کیا یہ عالم کوئی کتاب نہیں

اپنی منزل نہیں کوئی فریاد
رُخس بھی اپنا بد رکاب نہیں

ہم کتابی سدا کے ہیں لیکن
حسبِ منشا کوئی کتاب نہیں

بُھول جا نا نہیں گناہ اُسے
یاد کرنا اُسے ثواب نہیں

پڑھ لیا اس کی یاد کا نسخہ
اُس میں شہرت کا کوئی باب نہیں



Virtual Home
for Real People

کام کی بات میں نے کی ہی نہیں
یہ مرا طور زندگی ہی نہیں

اے اُمید اے اُمید تُو میداں
مجھ سے میت تری اٹھی ہی نہیں

میں جو تھا اس گلی کا مست خرام
اس گلی میں مری چلی ہی نہیں

یہ سنا ہے کہ میرے گوج کے بعد
اس کی خوشبو کہیں بسی ہی نہیں

تھی جو اک فاختہ اداس اداس
صبح وہ شاخ سے اڑی ہی نہیں

مجھ میں اب میرا جی نہیں لگتا
اور ستم یہ کہ میرا جی ہی نہیں

وہ جو رہتی تھی دل محلے میں
پھر وہ لڑکی مجھے ملی ہی نہیں

جائیے اور خاک اڑائیے آپ
اب وہ گھر کیا کہ وہ گلی ہی نہیں

ہائے وہ شوق جو نہیں تھا کبھی
ہائے وہ زندگی جو تھی ہی نہیں



طفلاں کو چہ گرد کے پتھر بھی کچھ نہیں
سودا بھی ایک وہم ہے اور سر بھی کچھ نہیں

میں اور خود کو تجھ سے چھپاؤں گا یعنی میں
لے دیکھ لے میاں مرے اندر بھی کچھ نہیں

بس اک غبار وہم ہے یک کو چہ گرد کا
دیوار بود کچھ نہیں اور در بھی کچھ نہیں

یہ شہر دار و محتسب و مولوی ہی کیا
پیر مغان و رند و قلندر بھی کچھ نہیں

شیخ حرام لقمہ کی پرواہ ہے کیوں تمہیں
مسجد بھی اس کی کچھ نہیں منبر بھی کچھ نہیں

مقدور اپنا کچھ بھی نہیں اس دیار میں
شاید وہ جبر ہے کہ مقدر بھی کچھ نہیں

جانی میں تیرے ناف پیا لے پہ ہوں فدا
یہ اور بات ہے ترا پیکر بھی کچھ نہیں

یہ شب کا رقص و رنگ تو کیا سن مری کہن
صبح شباب کوش کا دفتر بھی کچھ نہیں

بس اک غبارِ طور گماں کا ہے تہہ بہ تہہ
یعنی نظر بھی کچھ نہیں منظر بھی کچھ نہیں

ہے اب تو ایک حالِ سکونِ بیشکلی
پرواز کا تو ذکر ہی کیا پر بھی کچھ نہیں

کتنا ڈراؤنا ہے یہ شہرِ نبود و بود
ایسا ڈراؤنا کہ یہاں ڈر بھی کچھ نہیں

پہلو میں ہے جو میرے کہیں اور ہے وہ شخص
یعنی وفائے عہد کا بستر بھی کچھ نہیں

نسبت میں ان کی جو ہے اذیت وہ ہے مگر
شہ رگ بھی کوئی شے نہیں اور ع سر بھی کچھ نہیں

یاراں! تمہیں جو مجھ سے گلہ ہے تو کس لیے
مجھ کو تو اعتراضِ خدا پر بھی کچھ نہیں

گزرے گی جون شہر میں رشتوں کے کس طرح
دل میں بھی کچھ نہیں ہے زباں پر کچھ نہیں



وہ کیا کچھ نہ کرنے والے تھے
بس کوئی دم میں مرنے والے تھے

تھے گلے اور گردباد کی شام
اور ہم سب پکھرنے والے تھے

وہ جو آتا تو اُس کی خوشبو میں
آج ہم رنگ بھرنے والے تھے

صرف افسوس ہے یہ طنز نہیں
تم نہ سنورے، سنورنے والے تھے

یوں تو مرنا ہے ایک بار مگر
ہم کئی بار مرنے والے تھے



Virtual Home
for Real People

جب ہم کہیں نہ ہوں گے تب شہر بھر میں ہوں گے
پہنچے گی جو نہ اس تک ہم اس خبر میں ہوں گے

تھک کر گریں گے جس دم بانہوں میں تیری آکر
اُس دم بھی کون جانے ہم کس سفر میں ہوں گے

اے جانِ عہد و پیمان، ہم گھر بسائیں گے ہاں
تُو اپنے گھر میں ہوگا، ہم اپنے گھر میں ہوں گے

میں لے کے دل کے رشتے گھر سے نکل چکا ہوں
دیوار و در کے رشتے، دیوار و در میں ہوں گے

تجھ عکس کے سوا بھی اے حُسنِ وقتِ رخصت
کچھ اور عکس بھی تو اس چشمِ تر میں ہوں گے

ایسے سراب تھے وہ ایسے تھے کچھ کہ اب بھی
میں آنکھ بند کر لوں تب بھی نظر میں ہوں گے

اس کے نقوشِ پا کو راہوں میں ڈھونڈنا کیا
جو اس کے زیرِ پا تھے وہ میرے سر میں ہوں گے

وہ بیشتر ہیں جن کو کل کا خیال کم ہے
تُو رُک سکے تو ہم بھی ان بیشتر میں ہوں گے

آنکھ سے وہ جو پچھلے دالان تک بے تھے
جانے وہ میرے سائے اب کس کھنڈر میں ہوں گے



وہ جو تھا وہ کبھی ملا کبھی ملا ہی نہیں
سو گریباں کبھی سلا ہی نہیں

اس سے ہر دم معاملہ ہے مگر
درمیاں کوئی سلسلہ ہی نہیں

بے ملے ہی پچھڑ گئے ہم تو
سو گلے ہیں کوئی گلہ ہی نہیں

چشم میگوں سے ہے مغاں نے کہا
مست کر دے مگر پلا ہی نہیں

تُو جو ہے جان، تُو جو ہے جاناں
تُو ہمیں آج تک ملا ہی نہیں

مست ہوں میں مہک سے اس گل کی
جو کسی باغ میں کھلا ہی نہیں

ہائے، جون اس کا وہ پیا لہ ناف
جام ایسا کوئی ملا ہی نہیں

تُو ہے اک عمر سے فغاں پیشہ
ابھی سینہ ترا چھلا ہی نہیں؟



سر پر اک سچ سچ کی تلوار آء تو
کوئی قاتل بر سر کار آئے تو
سر خرو ہو جاؤں میں تو یار ابھی
دل سلیقے سے سردار آئے تو

وقت سے اب اور کیا رشتہ کریں
جانِ جاناں ہم تجھے ہار آئے تو

سب ہیں حامی آسماں کے اے زمیں
کوئی تیرا بھی طرفدار آئے تو

اے عزا دارو! کرو مجلسِ پیا
آدمی، انسان کو مار آئے تو

Virtual Home
for Real People



ٹھیروں نہ گلی میں تری وحشت نے کہا تھا
میں حد سے گزر جاؤں محبت نے کہا تھا

در تک تیرے لائی تھی نسیم نفس انگیز
دم بھر نہ رُکوں یہ تری نکہت نے کہا تھا

احسان کسی سرو کے سائے کا نہ لوں میں
مجھ سے ہی ترے فتنہ قامت نے کہا تھا

مارا ہوں مشیت کا نہیں کوچھ مری مرضی
یہ بھی ترے قامت کی قیامت نے کہا تھا

دل شہر سے کر جاؤں سفر میں سوئے دنیا
مجھ سے تو یہی میری سہولت نے کہا تھا



یاد اُسے انتہائی کرتے ہیں
سو ہم اس کی برائی کرتے ہیں

پسند آتا ہے دل سے یوسف کو
وہ جو یوسف کے بھائی کرتے ہیں

ہے بدن خوابِ وصل کا دنگل
آؤ زور آزمائی کرتے ہیں

اس کو اور غیر کو خبر ہی نہیں
ہم لگائی بھائی کرتے ہیں

ہم عجب ہیں کہ اس کی بانہوں میں
شکوہ وصل میں بھی ہم دونوں

حالت وصل میں بھی ہم دونوں
لمحہ لمحہ جدائی کرتے ہیں

آپ جو میری جاں ہیں، میں دل ہوں
مجھ سے کیسے جدائی کرتے ہیں

باوفا ایک دوسرے سے میاں
ہر نفس بے وفائی کرتے ہیں

جو ہیں سرحد کے پار سے آئے
وہ بہت خود ستائی کرتے ہیں

پل قیامت کے سود خوار ہیں جون
یہ ابد کی کمائی کرتے ہیں



میں نہ ٹھیروں نہ جان تو ٹھیرے
کو ن لمحوں کے روبرو ٹھیرے

نہ گزرنے پہ زند گی گزری
نہ ٹھرنے پہ چار سو ٹھیرے

ہے مری بزمِ بے دلی بھی عجیب
دل پر خوں جہاں سب تو ٹھیرے

میں یہاں مدتوں میں آیا ہوں
ایک ہنگامہ کو بہ کو ٹھیرے

مخفیٰ رخصت ہمیشہ ہے
آؤ اک حشرِ ہا و ہو ٹھیرے

اک توجہ عجب ہے سمتوں میں
کہ نہ بولوں تو گفتگو ٹھیرے

کچ ادا تھی بہت اُمید مگر
ہم بھی جون ایک حیلہ جو ٹھیرے

ایک چاکِ برہنگی ہے وجود
پیرہن ہو تو بے رفو ٹھیرے

میں جو ہوں، کیا نہیں ہوں میں خود بھی
خود سے بات آج دو بدو ٹھیرے

باغِ جاں سے ملا نہ کوئی ثمر
جون ہم تو نمو نمو ٹھیرے

☆

خون تھو کے تھی زندگی کب تک
یاد آئے گی اب تری کب تک

جانے والوں سے پوچھنا یہ صبا
رہے آباد دل گلی کب تک

ہو کبھی تو شرابِ وصل نصیب
پے جاؤں میں خون ہی کب تک

دل نے جو عمر بھر کمائی ہے
وہ دکھن دل سے جائے گی کب تک

جس میں تھا سوئے آرزو اس کا
ہبِ غم وہ ہوا چلی کب تک

بنی آدم کی زندگی ہے عذاب
یہ خدا کو رُلائے گی کب تک

حادثہ زندگی ہے آدم کی
ساتھ دے گی بھلا خوشی کب تک

ہے جہنم جو یاد اب اس کی
وہ بہشتِ وجود تھی کب تک

وہ صبا اس کے بن جو آئی تھی
وہ اُسے پوچھتی رہی کب تک

میر جونی! ذرا بتائیں تو
خود میں ٹھیریں گے آپ ہی کب تک

حالِ صحنِ وجود ٹھیرے گا
تیرا ہنگامِ رخصتی کب تک

Virtual Home
for Real People



میں سہوں کربِ زندگی کب تک
رہے آخر تری کمی کب تک

کیا میں آنگن میں چھوڑ دوں سونا
جی جلائے گی چاندنی کب تک

اب فقط یاد رہ گئی ہے تری
اب فقط تیری یاد بھی کب تک

میں بھلا اپنے ہوش میں کب تھا
مجھ کو دنیا پکارتی کب تک

خیمہ گاہِ شمال میں آخر
اس کی خوشبو رچی بسی کب تک

اب تو بس آپ سے گلہ ہے یہی
یاد آئیں گے آپ ہی کب تک

مرے والو ذرا بتاؤ تو
رہے گی یہ چلا چلی کب تک

جس کی ٹوٹی تھی سانس آخر شب
دفن وہ آرزو ہوئی کب تک

دوزخ ذات باوجود ترے
شبِ فرقت نہیں جلی کب تک

اپنے چھوڑے ہوئے محلوں پر
رہا دورانِ جاں کئی کب تک

نہیں معلوم میرے آنے پر
اسکے کوچے میں لُو چلی کب تک

www.HallaGulla.com

☆

دل سے ہے بہت گریزِ پا تو
تُو کون ہے اور ہے بھی کیا تو

کیوں مجھ میں گنوارہا ہے خود کو
مجھ ایسے یہاں ہزار ہا تو

ہے تیری جدائی اور میں ہوں
ملنے ہی کہیں بچھڑ گیا تو

Virtual Home
for Real People

پوچھے جو تجھے کوئی ذرا بھی
جب میں نہ رہوں تو دیکھنا تو

اک سانس ہی بس لیا ہے میں نے
تو سانس نہ تھا سو کیا ہوا تو

ہے کون جو تیرا دھیان رکھے
باہر مرے بس کہیں نہ جا تو

www.HallaGulla.com ☆

وہ خیالِ محال کس کا تھا
آئینہ بے مثال کس کا تھا

سفری اپنے آپ سے تھا میں
ہجر کس کا، وصال کس کا تھا

میں تو خود میں کہیں نہ تھا موجود
میرے لب پر سوال کس کا تھا

تھی مری ذات اک خیالِ آشوب
جانے میں ہم خیال کس کا تھا

جب کہ میں ہر نفس تھا بے احوال
وہ جو تھا میرا حال کس کا تھا

دوپہر ! بادِ شند ! کو چہ یار!
وہ غبارِ ملال کس کا تھا



حال خوش تذکرہ نگاروں کا

تھا تو اک شہر خاکساروں کا

پہلے رہتے تھے کوچہ دل میں

اب پتہ کیا ہے دل نگاروں کا

کوئے جاناں کی ناکہ بندی میں

بسترا اب کہاں ہے یاروں کا

چلتا جاتا ہے سانس کا لشکر

کون پُرساں ہے یادگاروں کا

اپنے اندر گھسٹ رہا ہوں میں

مجھ سے کیا ذکر راہ گزاروں کا

ان سے جو شہر میں ہیں بے دعویٰ

عیش مت پوچھ دعویداروں کا

کیسا یہ معرکہ ہے برپا جو

نہ پیادوں کا نہ سواروں کا

بات تشبیہ کی نہ کچھو تو
دہر ہے صرف استعاروں کا

میں تو خیر اپنی جان ہی سے گیا
کیا ہوا جانے جانثاروں کا
کچھ نہیں اب سوائے خاکستر
ایک جلسہ تھا شعلہ خواروں کا



شہر بہ شہر کر سفر زادِ سفر لیے بغیر
کوئی اثر کیے بغیر کوئی اثر لیے بغیر

کوہ و کھر میں ہم صغیر کچھ نہیں اب بجز ہوا
دیکھیو پلیٹو نہ آج شہر سے پر لیے بغیر

وقت کے معرکے میں تھیں مجھ کو رعایتیں ہوس
میں سرِ معرکہ گیا اپنی سپر لیے بغیر

کچھ بھی ہو قتل گاہ میں حُسنِ بدن کا ہے ضرر
ہم نہ کہیں سے آئیں گے دوش پہ سر لیے بغیر

قرنیہ گریہ میں مرا گریہ ہنر ورانہ ہے
یاں سے کہیں ٹلوں گا میں دادِ ہنر لیے بغیر

اُسکے بھی کچھ گلے ہیں دل، ان کا حساب تم رکھو
دید نے اس میں کی بسر اس کی خبر لیے بغیر

اُس کا سخن بھی جا سے ہے اور وہ جون تم
شہرہ شہر ہو تو کیا شہر میں گھر لیے بغیر

☆

گلے سے باز آیا جارہا ہے
سو پیہم گنگنایا جارہا ہے

نہیں مطلب کسی پر طنز کرنا
ہنسی میں مسکرایا جارہا ہے

وہاں اب میں کہاں اب تو وہاں سے
مرا سامان لایا جارہا ہے

عجب ہے ایک حالت سی ہوا میں
ہمیں جیسے گنویا جارہا ہے

اب اس کا نام بھی کب یاد ہوگا
جسے ہر دم بھلایا جا رہا ہے

چراغ اس طرح روشن کر رہا ہوں
کہ جیسے گھر جلایا جا رہا ہے

بھلا تم کب چلے تھے یوں سنبھل کر
کہاں سے اُٹھ کے جایا جا رہا ہے

تو کیا اب نیند بھی آنے لگی ہے
تو بستر کیوں بچھایا جا رہا ہے



گماں کی اک پریشاں منظری ہے
بس اک دیوار ہے اور بے دری ہے

اگرچہ زہر ہے دنیا کی ہر بات
میں پی جاؤں اسی میں بہتری ہے

تُو اے بادِ خزاں اس گل سے کہو
کہ شاخ اُمید کی اب تک ہری ہے

گلی میں اس نگارِ ناشنو کی
فغاں کرنا ہماری نوکری ہے

کوئی لہکے خیابانِ صبا میں
یہاں تو آگ سینے میں بھری ہے

☆

دل تمنا سے ڈر گیا جانم
سارا نشہ اتر گیا جانم

اک پلک بچ رشتہ جاں سے
ہر زمانہ گزر گیا جانم

تھا غضب فیصلے کا اک لمحہ
کون پھر اپنے گھر گیا جانم

جانے کیسی ہوا چلی اک بار
دل کا دفتر بکھر گیا جانم

اپنی خواب و خیال دنیا کو
کون برباد کر گیا جانم

تھی ستم ہجر کی مسیائی
آخرش زخم بھر گیا جانم

اب بھلا کیا رہا ہے کہنے کو
یعنی میں بے اثر گیا جانم

نہ رہا دل نہ داستان دل کی
اب تو سب کچھ بسر گیا جانم

زہر تھا اپنے طور سے جینا
کوئی اک تھا جو مر گیا جانم



کون سے شوق کس ہوس کا نہیں
دل مری جان تیرے بس کا نہیں

راہ تم کارواں کی لو کہ مجھے
شوق کچھ نغمہ جرس کا نہیں

ہاں مرا وہ معاملہ ہے کہ اب
کام یارانِ نکتہ رس کا نہیں

ہم کہاں سے چلے ہیں اور کہاں
کوئی اندازہ پیش کا نہیں

ہو گئی اس گلے میں عمر تمام
پاس شعلے کو خاروخش کا نہیں

مجھ کو خود سے جدا نہ ہونے دو
بات یہ ہے میں اپنے بس کا نہیں

کیا لڑائی بھلا کہ ہم میں سے
کوئی بھی سینکڑوں برس کا نہیں



کوئی گماں بھی نہیں درمیاں گماں ہے یہی
اسی گماں کو بچا لوں کہ درمیاں ہے یہی

یہ آدمی کے ہیں انفاس جس کے زہر فروش
اسے بٹھاؤ کہ میرا مزاج واں ہے یہی

کبھی کبھی جو نہ آؤ نظر تو سہہ لیں گے
نظر سے دور نہ ہونا کہ امتحان ہے یہی

میں آسمان کا عجب کچھ لحاظ رکھتا ہوں
جو اس زمین کو سہ لے وہ آسمان ہے یہی

یہ ایک لمحہ جو دریافت کر لیا میں نے
وصالِ جاں ہے یہی اور فراقِ جاں ہے یہی

تم اُن میں سے ہو جو یاں فتح مند ٹھیرے ہیں
سنو کہ وجہ غمِ دلِ شکستگان ہے یہی

☆

بخشش ہوا یقین، گماں بے لباس ہے
ہے آگ جامہ زیب، دھواں بے لباس ہے

ہے یہ فضا ہزار لباسوں کا اک لباس
جو بے لباس ہے وہ کہاں بے لباس ہے

ملبوسِ تارِ تارِ نفس ہے زیاںِ سود
سودِ زیاں یہ ہے کہ زیاں بے لباس ہے

محملِ نشینِ رنگ! کوئی پوسٹینِ رنگ
ریگِ رواں ہوں، ریگِ رواں بے لباس ہے

اب پارہ پارہ پوششِ گفتار بھی نہیں
ہیں سانس بے رفو سوزیاں بے لباس ہے

صد جامہ پوش جس کا ہے جسم برہنہ بھی
خلوت سرائے جاں میں وہ جاں بے لباس ہے

ہے بُود اور نبود میں پوشش نہ پیرہن
یاراں مکین کیا کہ مکاں بے لباس ہے

تُو خود ہی دیکھ رنگِ بدن اپنا جوشِ رنگ
تو اپنے لباس میں جاں، بے لباس ہے

غم کی برہنگی کو کہاں سے جڑے لباس
میں لب سیسے ہوئے ہوں، فغاں بے لباس ہے



Virtual Home
for Real People

رہن سرشاری فضا کے ہیں
آج کے بعد ہم ہوا کے ہیں

ہم کو ہر گز نہیں خدا منظور
یعنی ہم بے طرح خدا کے ہیں

ہم کہ ہیں جون حاصل ایجاد
کیا ستم ہے کہ ہم فنا کے ہیں

کائنات سکوت بس خاموش
ہم تو شوقِ سخن سرا کے ہیں

جتنے بھی اہل فن ہیں دنیا کے
ملتس بابِ التجا کے ہیں

باز آجائے کہ سب فتنے
آپ کی کیوں کے اور کیا کے ہیں

اب کوئی گفتگو نہیں ہوگی
ہم فنا کے تھے ہم فنا کے ہیں



Virtual Home
for Real People

یہاں تو کوئی من چلا ہی نہیں
کہ جیسے یہ ہیر بلا ہی نہیں

ترے حسرتی کے ہے دل پر یہ داغ
کوئی اب ترا بتلا ہی نہیں

ہوئی اُس گلی میں فضیحت بہت
مگر میں وہاں سے ٹلا ہی نہیں

نکل چل کبھی آپ سے جانِ جاں
ترے دل میں تو ولولہ ہی نہیں

دمِ آخِرِ شب جو پچھڑے تو بس
پتا پھر کسی کا چلا ہی نہیں

قیامت تھی اُس کے شکم کی شکن
کوئی بس مرا پھر جلا ہی نہیں

اُسے خون سے اپنے سینچا مگر
تمنا کا پودا پھلا ہی نہیں

کہاں جا کے دنیا کو ڈالو بھلا
ادھر تو کوئی مزبلہ ہی نہیں

اک انبوہِ خو نیں دلاں ہے مگر
کسی میں کوئی حوصلہ ہی نہیں



دل کی تکلیف کم نہیں کرتے
اب کوئی شکوا ہم نہیں کرتے

جانِ جاں تجھ کو اب تری خاطر
یا دہم کوئی دم نہیں کرتے

دوسری ہار کی ہوس ہے سو ہم کو
سر تسلیم خم نہیں کرتے

وہ بھی پڑھتا نہیں ہے اب دل سے
ہم بھی نالے کونم نہیں کرتے

جرم میں ہم کمی کریں بھی تو کیوں
تم سزا بھی تو کم نہیں کرتے



Virtual Home
for Real People

دل کتنا آبا دہوا جب دید کے گھر برباد ہوئے
وہ چھڑا اور دھیان میں اس کے سو موسم ایجاد ہوئے

ناموری کی بات دگر ہے ورنہ یارو سوچو تو
گلوں اب تک کتنے تیشے بے خونِ فرہا دہوئے

لائیں کہاں سے بول رسیلے ہونٹوں کی ناداری میں
سمجھو ایک زمانہ گزرا بوسوں کی امداد ہوئے

تم میری اک خود مستی ہو میں ہوں تمہاری خود بینی
رشتے میں اس عشق کے ہم تم دونوں بے بنیاد ہوئے

میرا کیا ایک موج ہوا ہوں پر یوں ہے اے غنچہ دہن
تو نے دل کا باغ جو چھوڑا غنچے بے استاد ہوئے

عشق محلے میں اب یارو کیا کوئی معشوق نہیں
کتنے قاتل موسم گزرے شور ہوئے فریاد ہوئے

ہم نے دل کو مار رکھا ہے اور جتاتے پھرتے ہیں
ہم دل زخمی مڑگاں خونیں ہم نہ ہوئے جلاد ہوئے

برق کیا ہے عکس بدن نے تیرے ہمیں اے تنگ قبا
تیرے بدن پر جتنے تل ہیں سارے ہم کو یاد ہوئے

تو نے کبھی سوچا ہوگا، سوچا بھی اے مست ادا
تیری ادا کی آبا دی پر کتنے گھر برباد ہوئے

جو کچھ بھی روداد سخن تھی ہونٹوں کی دُوری سے تھی
جب ہونٹوں سے ہونٹ ملے تو یکدم بے روداد ہوئے

خاک نشینوں سے کوچے کے کیا کیا نخت کرتے ہیں
جاناں جان! ترے درباں تو فرعون و ہمداد ہوئے

شہروں میں ہی خاک اڑا لو شو رچا لو بے حالو
جن رشتوں کی سوچ رہے ہوئے ہو کب کے برباد ہوئے

سمتوں میں بکھری وہ خلوت، وہ دل کی رنگ آبادی
یعنی وہ جو بام و در تھے یکسر گردوبا د ہوئے

تُو نے رندوں کا حق مارا مے خانے میں رات گئے
شیخ کھرے سید ہیں ہم تو ہم نے سنا ناشاد ہوئے



جبر پُ اختیار ہے، اماں ہاں

بیقرار ری قرار ہے، اماں ہاں

ایزد ایزداں ہے تیر انداز

اہر من دل فگار ہے، اماں ہاں

میرے آنغوش میں جو ہے اُس کا

دم بہ دم انتظار ہے، اماں ہاں

ہے رقیب اُس کا دوسرا عاشق
وہی اک اپنا یار ہے، اماں ہاں

یار زردی ہے رنگ پر اپنے
سو خزاں تو بہا رہے، اماں ہاں

لب و پستان و ناف اس کے نہ پوچھ
ایک آشوب کا رہے، اماں ہاں

سنگ در کے ہوں یا ہوں دار کے لوگ
سب پہ شہوت سوار ہے، اماں ہاں

اب تو انساں کے معجزے ہیں عام
اور انساں خوار ہے، اماں ہاں



Virtual Home
for Real People

ایک ہی بار بار ہے، اماں ہاں
اک عبث پہ شہتا رہے، اماں ہاں

زرہ زرہ ہے خود گریز انی
نظم اک انتشار ہے، اماں ہاں

ہو وہ یز داں کہ آدم وا بلیس
جو بھی ہے خود شکار ہے، اماں ہاں

وہ جو ہے جو ”کہیں“ نہیں اس کا
سب کے سینوں پہ بار ہے، اماں ہاں

اپنی بے روز گا ری جاوید
اک عجب روزگا رہے، اماں ہاں

شبِ خرابا ت میں تھا حشر پیا
کہ سخن ہرزہ کا رہے، اماں ہاں

کیا کہوں فاصلے کے بارے میں
رہگزر، راہگزار ہے، اماں ہاں

بھولے بھولے سے ہیں وہ عارض ولب
یا داب یا دگا رہے، اماں ہاں

Virtual Home
for Real People



بڑا احسان ہم فرما رہے ہیں
کہ ان کے خط انہیں لوٹا رہے ہیں

نہیں ترکِ محبت پر وہ راضی
قیامت ہے کہ ہم سمجھا رہے ہیں

یقین کا راستہ طے کرنے والے
بہت تیزی سے واپس آرہے ہیں

یہ مت بھولو کہ یہ لمحات ہم کو
پچھڑنے کے لیے ملوا رہے ہیں

تجربہ ہے کہ عشق و عاشقی سے
ابھی کچھ لوگ دھوکا کھا رہے ہیں

تمہیں چاہیں گے جب چھن جاوے گی تم
ابھی ہم تم کو ارزاں پا رہے ہیں

کسی صورت انہیں نفرت ہو ہم سے
ہم اپنے عیب خود گنوا رہے ہیں

وہ پاگل مست ہے اپنی وفا میں
مری آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں

دلیلوں سے اسے قائل کیا تھا
دلیلیں دے کے اب بچھتا رہے ہیں

تری بانہوں سے ہجرت کرنے والے
نئے ماحول میں گھبرا رہے ہیں

یہ جذبہ عشق ہے یا جذبہ رحم
ترے آنسوؤں مجھے رُلا رہے ہیں

عجب کچھ ربط ہے تم سے کہ تم کو
ہم اپنا جان کر ٹھکرا رہے ہیں

دفا کی یادگاریں تک نہ ہوں گی
مری جاں بس کوئی دن جا رہے ہیں



خود مست ہوں خود سے آملہ ہوں
اب میں لبِ زخمِ بے گلہ ہوں

میں ہمسفروں کی گرد کے بیچ
اک خود سفری کا قافلہ ہوں

خوشبو کے بدن میں تیرا ملبوس
دم لے کر ابھی نہیں سلا ہوں

میں نشہ ذات میں نہتا
احباب سے اپنے آملہ ہوں

میں صُر صُر لفظ میں ہوں معنی
پس اپنی جگہ سے کب ہلا ہوں

www.HallaGulla.com

☆

شام تک میری بے کلی ہے شراب
شام کو میری سرخوشی ہے شراب

جہل واعظ کا اس کو راس آئے
صاحبو! میری آگہی ہے شراب

رنگ رس ہے میری رگوں میں رواں
بخدا میری زندگی ہے شراب

ناز ہے اپنی دلبری پہ مجھے
میرا دل میری دلبری ہے شراب

ہے غنیمت جو ہوش میں نہیں میں
شیخ تجھ کو بچا رہی ہے شراب

حس جو ہوتی تو کیا کرتا
مفتیو! میری بے حس ہے شراب



آکہ جہان بے خبراں میں بے خبرانا رقص کریں
خیرہ سرانہ شور مچائیں خیرہ سرانہ رقص کریں

فن تو حساب تنہائی ہے شرط بھلا کس شے کی ہے
یعنی اٹھیں اور بے خلخال و طبل و ترانہ رقص کریں

واد سے جب مطلب ہی نہیں تو عذر بھلا کس بات کا ہے
ہم بھی بزم بے بھراں میں بے بھرانہ رقص ہے

ہم پہ ہنر کے قدر شناساں ناز کناں ہیں یعنی ہم
سازِ شکستِ دل کی صدا پر عشوہ گرانہ رقص کریں

تختہ گل ہو عذر انگیز آبلہ پائی اپنے لیے
ہاں سرِ نشتر ہا ذکرانہ تا بہ کرانہ رقص کریں

مرضی مولہ از ہمہ اولی شوق ہما را مولا ہے
ہم وہ نہیں جو بزمِ طرب میں پیشہ ورانہ رقص کریں

برسر شور و برسر شورش برسر شبنخوں برسرِ خوں
چل کہ حصارِ فتنہ گراں میں فتنہ گرانہ رقص کریں

کوئی نہیں جو آنکرائے سب چو را ہے خالی ہیں
چل کہ سر بازار تباہی بے خطرا نہ رقص کریں

بعد ہنر آموزی ہم کوتھا پند استا د کہ ہم
با ہنرا نہ رقص میں آئیں بے ہنرانہ رقص کریں

اپنے بدن پر اپنے خوں میں غیر کا خوں بھی شامل ہو
با رگہ پرویز میں چل کر تیشہ ورا نہ رقص کریں



دل سے اب رسم وراہ کی جائے

لب سے کم ہی نباہ کی جائے

گفتگو میں ضرر ہے معنی کا

گفتگو گاہ گاہ کی جائے

ایک ہی تو ہوس رہی ہے ہمیں

اپنی حالت تباہ کی جائے

ہوس انگیز ہوں بدن جن کے
اُن میں سب سے نباہ کی جائے

اپنے دل کی پناہ میں آکر
زندگی بے پناہ کی جائے

www.HallaGulla.com

☆

ذات اپنی گواہ کی جائے
بند آنکھوں نگاہ کی جائے

ہم تو بس اپنی چاہ میں ہیں مگن
کچھ تو اس کی بھی چاہ کی جائے

ایک نائک ہے زندگی جس میں
آہ کی جائے، واہ کی جائے

Virtual Home
for Real People

دل! ہے اس میں ترا بھلا کہ تری
مملکت بے سپاہ کی جائے

ملکہ جو بھی اپنے دل کی نہ ہو
جون! وہ بے کلاہ کی جائے



دل گماں تھا گمانیاں تھے ہم
ہاں میاں داستانیاں تھے ہم

ہم سُنے اور سُنائے جاتے تھے
رات بھر کی کہانیاں تھے ہم

جانے ہم کس کی بُوکا تھے ثبوت
جانے کس کی نشانیاں تھے ہم

چھوڑتے کیوں نہ ہم زمیں میں اپنی
آخرش آسمانیاں تھے ہم

ذراہ بھر بھی نہ تھی نمود اپنی
اور پھر بھی جہانیاں تھے ہم

ہم نہ تھے ایک آن کے بھی مگر
جاوداں، جاودانیاں تھے ہم

روز اک رن تھا تیرو ترس دن
تھے کمیں اور کمانیاں تھے ہم

ارغوانی تھا وہ پیا لہ ناف
ہم جو تھے ارغوانیاں تھے ہم

نار پستان تھی وہ قتالہ
اور ہوس درمیانیاں تھے ہم

ناگہاں تھی اک آن آن کہ تھی
ہم جو تھے نا گہانیاں تھے ہم

☆

اک دل ہے جو ہر لمحہ جلانے کے لیے ہے
جو کچھ ہے یہاں آگ لگانے کے لیے ہے

اک بات ہی کہنی ہے مجھے تجھ سے، بس اک بات
اس شہر میں تو صرف گوانے کے لیے ہے

ہر شخص مری ذات سے جانے کے لیے تھا
تو بھی تو مری ذات سے جانے کے لیے ہے

جو رنگ ہیں سمبہ لے انہیں جو رنگ میں سمبہ لے
یاں جو بھی ہنر ہے وہ کمانے کے لیے ہے

بودش جو ہے وہ ایک تماشا ہے گماں کا
ہے جو بھی حقیقت وہ فسانے کے لیے ہے

ہنسنے سے کبھی خوش نہیں ہوتا ہے مرا دل
یاں مجھ کو ہنستا بھی زلانی کے لیے ہے

قاتل کو مرے مجھ سے نہیں ہے کوئی پُر خاش
قاتل تو مرا رنگ جمانے کے لیے ہے

☆

عجب حالت ہماری ہوگئی ہے
یہ دنیا اب تمہاری ہوگئی ہے

سخن میرا اداسی ہے سرِ شام
جو خاموشی پہ طاری ہوگئی

بہت ہی خوش ہے دل اپنے کیے پر
زمانے بھر میں خواری ہو گئی ہے

وہ نازک لب ہے اب جانے ہی والا
مری آواز بھاری ہوگئی ہے

دل اب دنیا پہ لعنت کر کہ اس کی
بہت خدمت گزاری ہوگئی ہے

یقین معذور ہے اب اور گماں بھی
بڑی بے روزگاری ہو گئی ہے

وہ اک باہِ شمالی رنگ جو تھی
شمیم اس کی سواری ہو گئی ہے

مرے پاس آ کے خنجر بھونک دے تو
بہت نیزہ گزاری ہو گئی ہے



نہیں نباہی خوشی سے غمی کو چھوڑ دیا
تمہارے بعد بھی میں نے کئی کو چھوڑ دیا

ہوں جو بھی جان کی جاں وہ گمان ہوتے ہیں
سب ہی تھے جان کی جاں اور سب ہی کو چھوڑ دیا

شعور ایک شعورِ فریب ہے سو تو ہے
غرض کہ آگہی، نا آگہی کو چھوڑ دیا

خیال و خواب کی اندیشگی کے سکہ جھیلے
خیال و خواب کی اندیشگی کو چھوڑ دیا



چلو بادِ بہاری جا رہی ہے
پیا جی کی سواری جا رہی ہے

شمالِ جاودانِ سبز جاں سے
تمنا کی عماری جارہی ہے

فغاں اے دشمنی دارِ دل و جاں
مری حالت سُدھاری جارہی ہے

جو ان روزوں مراغم ہے وہ یہ ہے
کہ غم سے بُردباری جارہی ہے

ہے سینے میں عجب اک حشر برپا
کہ دل سے بے قراری جارہی ہے

میں پیہم ہار کر یہ سوچتا ہوں
وہ کیا شے ہے جو ہاری جارہی ہے

دل اُس کے رُبو ہے اور گم صُم
کوئی عرضی گزاری جارہی ہے

وہ سید بچہ ہو اور شیخ کے ساتھ
میاں عزت ہماری جارہی ہے

ہے برپا ہر گلی میں شورِ نغمہ
مری فریاد ماری جارہی ہے

وہ یاداب ہو رہی ہے دل سے رخصت
میاں پیاروں کی پیاری جارہی ہے

دریغاً! تیری نزدیکی میاں جان
تری دوری پہ واری جارہی ہے

بہت بدحال ہیں بستی یہ ترے لوگ
تو پھر تو کیوں سنواری جارہی ہے

تری مرہم نگا ہی اے مسیحا!
خراشِ دل پہ واری جارہی ہے

خرا بے میں عجب تھا شورِ برپا
دلوں سے انتظاری جارہی ہے



دل جو دیوانہ نہیں آخر کو دیوانہ بھی تھا
نھونے پر اس کو جب آیا تو پہچانا بھی تھا

جانے کس شوق میں رشتے پھڑک رہ گئے
کام تو کوئی نہیں تھا پر ہمیں جانا بھی تھا

اجنبی سا ایک موسم ایک بے موسم سی شام
جب اُسے آنا نہیں تھا جب اُسے آنا بھی تھا

جانے کیوں دل کی وحشت درمیاں میں آگئی
بس یونہی ہم کو بہکتا بھی تھا بہکانا بھی تھا

اک مہکتا سا وہ لمحہ تھا کہ جیسے اک خیال
اک زمانے تک اسی لمحے کو تڑپانا بھی تھا



Virtual Home
for Real People

عیشِ اُمید ہی سے خطرہ ہے
دل کو اب دل وہی سے خطرہ ہے

ہے کچھ ایسا کہ اس کی جلوت میں
ہمیں اپنی کمی سے خطرہ ہے

جس کے آغوش کا ہوں دیوانہ
اس کے آغوش ہی سے خطرہ ہے

یاد کی دھوپ تو ہے روز کی بات
ہاں مجھے چاندنی سے خطرہ ہے

ہے عجب کچھ معاملہ درپیش
عقل کو آگہی سے خطرہ ہے

شہر غدار جان لے کہ تجھے
ایک امر وہوی سے خطرہ ہے

ہے عجب طور حالتِ گریہ
کہ مشہ کو نمی سے خطرہ ہے

حال خوش لکھنؤ کا دلی کا
بس انہیں معصی سے خطرہ ہے

آسمانوں میں ہے خدا تنہا
اور ہر آدمی سے خطرہ ہے

میں کہوں کس طرح یہ بات اس سے
تجھ کو جانم مجھی سے خطرہ ہے

آج بھی اے کنارِ بان مجھے
تیری اک سانولی سے خطرہ ہے

ان لبوں کا لہو نہ پی جاؤں
اپنی تشنہ لبی سے خطرہ ہے

جون ہی تو ہے جون کے درپے
میر کو میر ہی سے خطرہ ہے

اب نہیں کوئی بات خطرے کی
ان سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے



کب پتا یار کو ہم اپنے لکھا کرتے ہیں
جانے ہم خود میں کہ ناخود میں رہا کرتے ہیں

اب تو تم شہر کے آداب سمجھ لو جانی
جو ملا ہی نہیں کرتے وہ ملا کرتے ہیں

جہلا علم کی تعظیم میں برباد گئے
جہل کا عیش جو ہے وہ علما کرتے ہیں

لمحے لمحے میں جیو جان اگر جینا ہے
یعنی ہم حرصِ بقا کو بھی فنا کرتے ہیں

جانے اس کو چہ حالت کا ہے کیا حال کہ ہم
اپنے حجرے سے بہ مشکل ہی اٹھا کرتے ہیں

میں جو کچھ بھی نہیں کرتا ہوں یہ ہے میرا سوال
اور سب لوگ جو کرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں

اب یہ ہے حالتِ احوال کہ اک یاد سے ہم
شام ہوتی ہے تو بس رُوٹھ لیا کرتے ہیں

جس کو برباد کیا اس کے فدا کاروں نے
ہم اب اس شہر کی رُوداد سنا کرتے ہیں

شام ہو یا کہ سحر اب خس و خاشاک کو ہم
نذرِ پُرماگی جیب صبا کرتے ہیں

جن کو مُفتی سے کدورت ہو نہ ساقی سے گلہ
وہی خوش وقت مری جان رہا کرتے ہیں

اک پہنائے عبث ہے جسے عالم کہیے
ہو کوئی اس کا خدا ہم تو دعا کرتے ہیں



مہک سے اپنی گل تازہ مست رہتا ہے
وہ رنگِ رُخ ہے کہ خود غازہ مست رہتا ہے

نگاہ سے کبھی گزرا نہیں وہ مست انداز
مگر خیال سے، اندازہ مست رہتا ہے

کہاں سے ہے رسدِ نشہ، اس کی خلوت میں
کہ رنگِ مست کا اندازہ مست رہتا ہے

یہاں کبھی کوئی آیا نہیں مگر سرِ شام
بس اک گمان سے دروازہ مست رہتا ہے

مجھے خیال کی مستی میں کس کا اندازہ
خدا نہیں جو بانداہ مست رہتا ہے



Virtual Home
for Real People

ہر دھڑکن ہیجانی تھی ہر خاموشی طوفانی تھی
پھر بھی محبت صرف مسلسل ملنے کی آسانی تھی

جس دن اُس سے بات ہوئی تھی اس دن بھی بے کیف تھا
میں جس دن اُس کا خط آیا ہے اُس دن بھی ویرانی تھی

جب اُس نے مجھ سے یہ کہا تھا عشقِ رفاقت ہی تو نہیں
تب میں نے ہر شخص کی صورت مشکل سے پہچانی تھی

جس دن وہ ملنے آئی ہے اس دن کی رُوداد یہ ہے
اس کا بلاؤز نارنجی تھا س کی ساری دھانی تھی

اُلجھن سی ہونے لگتی تھی مجھ کو اکثر اور وہ یوں
میرا مزاجِ عشق تھا شہری اس کی وفا دہقانی تھی

اب تو اس کے بارے میں تم جو چاہو وہ کہہ ڈالو
وہ انگڑائی میرے کمرے تک تو بڑی روحانی تھی

نام پہ ہم قربان تھے اس کے لیکن پھر یہ طور ہوا
اس کو دیکھ کے رُک جانا بھی سب سے بڑی قربانی تھی

مجھ سے بچھڑ کر بھی لڑکی کتنی خوش رہتی ہے
اس لڑکی نے مجھ سے بچھڑ کر مر جانے کی ٹھانی تھی

عشق کی حالت کچھ بھی نہیں تھی بات بڑھانے کا فن تھا
لمحے لافانی ٹھیرے تھے قطروں کی طغیانی تھی

جس کو خود میں نے بھی اپنی روح کا عرفاں سمجھا تھا
وہ تو شاید میرے پیاسے ہونٹوں کی شیطانی تھی

تھا دربار کلاں بھی اس کا نوبت خانہ اس کا تھا
تھی میرے دل کی رانی امرہ ہے کی رانی تھی

www.HallaGulla.com



ہیں موسم رنگ کے کتنے گنوائے، میں نہیں گنتا
ہوئے کتنے دن اس کوچے سے آئے، میں نہیں گنتا

بھلا خود میں کب اپنا ہوں، سو پھر اپنا پرایا کیا
ہیں کتنے اپنے اور کتنے پرانے میں نہیں گنتا

لبوں کے بیچ تھا ہر سانس اک گنتی بچھڑنے کی
مرے وہ لاکھ بو سے لے کے جائے میں نہیں گنتا

وہ میری ذات کی بستی جو تھی میں اب وہاں کب ہوں
وہاں آباد تھے کس کس کے سائے میں نہیں گنتا

بھلا یہ غم بھولوں گا کہ غم بھی بھول جاتے ہیں
مرے لمحوں نے کتنے غم بھلائے میں نہیں گنتا

تُو جن یادوں کی خوشبو لے گئی تھی اے صبا مجھ سے
انہیں تُو موج اندو موج لائے میں نہیں گنتا

وہ سارے رشتہ ہائے جاں کہ تازہ تھے جو اس پل تک
تھے سب باشندہ کہنہ سرائے، میں نہیں گنتا

www.HallaGulla.com

☆

غم ہے بے ماجرا کئی دن
جی نہیں لگ رہا کئی دن سے

بے شمیم ملال و حیراں ہے
خیمہ گاہ صبا کئی دن سے

دل محلے کی اس گلی میں بھلا
کیوں نہیں غل مچا کئی دن سے

وہ جو خوشبو ہے اس کے قاصد کو

میں نہیں مل سکا کئی دن سے

اس سے بھی اور اپنے آپ سے بھی

ڈہم ہیں بے واسطہ کئی دن سے



ڈھے عجب حال یہ زمانے کا
یاد بھی طور ہے بھلانے کا

پسند آیا بہت ہمیں پیشہ
خود ہی اپنے گھروں کو ڈھانے کا

کاش ہم کو بھی ہو نصیب کبھی
عیش دفتر میں گنگانے کا

آسمانِ خموشی جاوید
میں بھی اب لب نہیں ہلانے کا

جان! کیا اب ترا پیالہ ناف
نشہ مجھ کو نہیں پلانے کا

شوق ہے اس دل درندہ کو
آپ کے ہونٹ کاٹ کھانے کا

اتنا ناشم ہوا ہوں خود سے کہ میں
اب نہیں خود کا آزمانے کا

کیا کہوں جان کو بچانے میں
جون خطرہ جان ہے جان جانے کا

یہ جہاں جوں! اک جہنم ہے
یاں خدا بھی نہیں ہے آنے کا

زندگی ایک فن ہے لمحوں کو
اپنے انداز سے گنوانے کا

☆

خود میں ہی گزر کے تھک گیا ہوں
میں کام نہ کر کے تھک گیا ہوں

اوپر سے اتر کے تازہ دم تھا
نیچے سے اتر کے تھک گیا ہوں

اب تم بھی تو جی کے تھک رہے ہو
اب میں بھی تو مر کے تھک گیا ہوں

میں یعنی ازل کا آرمیدہ
لمحوں میں یکپھر کے تھک گیا ہوں

اب جان کا میری جسم شکل ہے
میں خود سے ہی ڈر کے تھک گیا ہوں



حساب داری سودوزیاں سے چل نکلو
میاں یہاں کی نہیں اور ہاں سے چل نکلو

میری سُو تو زمان و مکاں میں رہتے ہوئے
بہ صد سلیقہ زمان و مکاں سے چل نکلو

یہ تیرے لوگ نہیں ہیں یہ تیرا شہر نہیں
یہ مشورہ ہے مرا تو یہاں سے چل نکلو

یہ جو بھی کچھ ہے نہیں کچھ بھی جُز فریبائی
یقین کو چھوڑ دو یعنی گماں سے چل نکلو

شبِ گزشتہ خراباتیوں میں تھا یہ سوال
کہاں کا رُخ کرو آخر کہاں سے چل نکلو

نفسِ نفس ہے وجود و عدم میں اک پیکار
ہے مشورہ یہ مرا درمیاں سے چل نکلو



تجھ بدن پر ہم نے جانیں واریاں
تجھ کو تڑپانے کی ہیں تیاریاں

کر رہے ہیں یاد اسے ہم روز و شب
ہیں بھلانے کی اسے تیاریاں

تھا کبھی میں اک ہنسی اُن کے لیے
رو رہی ہیں اب مجھے مت ماریاں

جھوٹ سچ کے کھیل میں ہلکان ہیں
خوب ہیں یہ لڑکیاں بے چاریاں

شعر تو کیا بات کہہ سکتے نہیں
جو بھی نوکر جون ہیں سرکاریاں

جو میاں جاتے ہیں اپنی جدا دشواریاں

ہم بھلا آئین اور قانون کی
کب تک سہتے رہیں غداریاں

سُن رکھو اے شہر دارو! خون کی
ہونے ہی والی ہیں ندیاں جاریاں



ہیں سبھی سے جن کی گہری یاریاں
سُن میاں ہوتی ہیں ان کی خواریاں

ہے خوشی عیاریاں کا اک ثمر
غم کی بھی اپنی ہیں کچھ عیاریاں

زڑے زڑے پر نہ جانے کس لیے
ہر نفس ہی کہکشائیں طاریاں

اس نے دل دھاگے ہیں ڈالے پاؤں میں
یہ تو زنجیریں ہیں بے حد بھاریاں

تم کو ہے آداب کا برص و جذام
ہیں ہماری اور ہی بیماریاں

خواب ہائے جاودانی پر مرے
چل رہی ہیں روشنی کی آریاں

ہیں یہ سندھی اور مہاجر ہڈ حرام
کیوں نہیں یہ بیچتے تر کاریاں

یار! سوچو تو عجب سی بات ہے
اُس کے پہلو میں مری تلقاریاں

ختم ہے بس جون پر اُردو غزل
اس نے کی ہیں خون کی گل کاریاں

☆

کبھی کبھی تو بہت یاد آنے لگتے ہو
کہ روٹھتے ہو کبھی اور منانے لگتے ہو

گلہ تو یہ ہے تم آتے نہیں کبھی لیکن
جب آتے بھی ہو تو فوراً ہی جانے لگتے ہو

یہ بات جون تمہاری مذاق ہے کہ نہیں
کہ جو بھی ہو اسے تم آزمانے لگتے ہو

تمہاری شاعری کیا ہے بھلا، بھلا کیا ہے
تم اپنے دل کی اداسی کو گانے لگتے ہو

سرودِ آتشِ زرینِ صحنِ خاموشی
وہ داغ ہے جسے ہر شب جلانے لگتے ہو

سُنا ہے کہکشا نوں میں روز و شب ہی نہیں
تو پھر تم اپنی زباں کیوں جلانے لگتے ہو



تم سے جانم عاشقی کی جائے گی
اور ہاں یکبارگی کی جائے گی

کر گئے ہیں کوچ اس کوچے کے لوگ
اب تو بس آوارگی کی جائے گی

تم سراپا حُسن ہو، نیکی ہو تم
یعنی اب تم سے بدی کی جائے گی

یار اس دن کو کبھی آنا نہیں
پھول جس دن وہ کلی کی جائے گی

اس سے مل کر بے طرح روؤں گا میں
ایک طرفہ تر خوشی کی جائے گی

ہے رسائی اس تک دل کا زیاں
اب تو یاراں ناری کی جائے گی

آج ہم کو اس سے ملنا ہی نہیں
آج کی بات آج ہی کی جائے گی

ہے مجھے احساس کو کرنا ہلاک
یعنی اب تو بے حسی کی جائے گی

www.HallaGulla.com

☆

گھر سے ہم گھر تک گئے ہوں گے
اپنے ہی آپ تک گئے ہوں گے

ہم جو اب آدمی ہیں پہلے کبھی
جام ہوں گے پھلک گئے ہوں گے

وہ بھی اب ہم سے تھک گیا ہوگا
ہم بھی اب اس سے تھک گئے ہوں گے

Virtual Home
for Real People

شب جو ہم سے ہوا معاف کرو
نہیں پی تھی بہک گئے ہوں گے

کتنے ہی لوگ حرص شہرت میں
دار پر خود لٹک گئے ہوں گے

شکر ہے اس نگاہ کم کا میاں
پہلے ہی ہم کھٹک گئے ہوں گے

ہم تو اپنی تلاش میں اکثر
از سما تا سمک گئے ہوں گے

اس کا لشکر جہاں تہاں یعنی
ہم بھی بس بے کمک گئے ہوں گے

جون، اللہ اور یہ عالم
بچ میں ہم اٹک گئے ہوں گے



دل جو اک جائے تھی دنیا ہوئی آباد اس میں
پہلے سنتے ہں کہ رہتی تھی کوئی یاد اس میں

وہ جو تھا اپنا گمان آج بہت یاد آیا
تھی عجب راحتِ آزادی ایجاد اس میں

ایک ہی تو وہ مہم تھی جسے سر کرنا تھا
مجھے حاصل نہ کسی کی ہوئی امداد اس میں

ایک خوشبو میں رہی مجھ کو تلاشِ خدو خال
رنگِ فصلیں مری یارو ہوئیں برباد اس میں

باغِ جاں سے تُو کبھی رات گئے گزرا ہے
کہتے ہیں رات میں کھیلیں ہیں پری زادِ اس میں

دل محلے میں عجب ایک نفس تھا یارو
صید کو چھوڑ کے رہنے لگا صیاد اس میں



خواب کے رنگِ دل و جاں میں سجائے بھی گئے
پھر وہی رنگ بہ صد طور جلانے بھی گئے

انہیں شہروں کو شتابی سے لپیٹا بھی گیا
جو عجب شوقِ فراخی سے بچھائے بھی گئے

بزمِ شوخی کا کسی کی کہیں کیا حال جہاں
دل جلانے بھی گئے اور بچھائے بھی گئے

پشتِ مٹی سے لگی جس میں ہماری لوگو!
اُسی دنگل میں ہمیں داؤدِ سکھائے بھی گئے

یادِ ایام کہ اک محفلِ جاں تھی کہ جہاں
ہاتھ کھینچے بھی گئے اور ملائے بھی گئے

ہم کہ جس شہر میں تھے سوگ نشینِ احوال
روز اس شہر میں ہم دھوم مچائے بھی گئے

یادِ مت رکھیو رُودادِ ہماری ہرگز
ہم تھے وہ تاجِ محلِ جون جو ڈھائے بھی گئے

☆

کر لیا خود کو جا تھا میں نے
یہ ہنر کس کو دکھایا میں نے

وہ جو تھا اس کو ملا کیا مجھ سے
اس کو تو خواب ہی سمجھا میں نے

دل جلانا کوئی حاصل تو نہ تھا
آخر کار کیا کیا میں نے

دیکھ کر اس کو ہوا مست ایسا
پھر کبھی اسکو نہ دیکھا میں نے

شوقِ منزل تھا بلاتا مجھ کو
راستہ تک نہیں ڈھونڈا میں نے

اک پلک تجھ سے گزر کر، تا عمر
خود ترا وقت گزارا میں نے

اب کھڑا سوچ رہا ہو لوگو!
کیوں کیا تم کو اکھٹا میں نے

☆

کوئی بھی کیوں مجھ سے شرمندہ ہوا
میں ہوں اپنے طور کا ہارا ہوا

دل میں ہے میرے کئی چہروں کی یاد
جانے میں کس سے ہوں رُوٹھا ہوا

شہر میں آیا ہوں اپنے آج شام
اک سرائے میں ہوں میں ٹھیرا ہوا

بے تعلق ہوں اب اپنے دل سے بھی
میں عجیب عالم میں بے دنیا ہوا

ہے عجب اک تیرگی در تیرگی
کہکشانوں میں ہوں میں لپٹا ہوا

مال بازارِ زمیں کا تھا میں جون
آسمانوں میں میرا سودا ہوا

اب ہے میرا کرب ذات آساں بہت
اب تو میں اس کو بھی ہوں بھولا ہوا

☆

وہ اہل حال جو خود رفتی میں آئے تھے
بلا کی حالتِ شوریدگی میں آئے تھے

کہاں گئے کبھی ان کی خبر تو لے ظالم
وہ بے خبر جو تیرگی میں آئے تھے

گلی میں اپنی گلہ کر ہمارے آنے کا
کہ ہم خوشی میں نہیں سرخوشی میں آئے تھے

کہاں چلے گئے اے فصلِ رنگ و بو وہ لوگ
جو زرد زرد تھے اور سبزیگی میں آئے تھے

نہیں ہے جن کے سبب اپنی جانیری ممکن
وہ زخم ہم کو گزشتہ صدی میں آئے تھے

تمہیں ہماری کمی کا خیال کیوں آتا
ہزار حیف ہم اپنی کمی میں آئے تھے



میں دل کی شراب پی رہا ہوں
پہلو کا عذاب پی رہا ہوں

میں اپنے خرابہ عبث میں
بے طرح خراب پی رہا ہوں

ہے میرا حساب بے حسابی
دریا میں سراب پی رہا ہوں

ہیں سوختہ میرے چشم و مژگاں
میں شعلہ خواب پی رہا ہوں

دانتوں میں ہے میرے شہہ رگ جاں
میں خونِ شباب پی رہا ہوں

میں اپنے جگر کا خون کر کے
اے یار شتاب پی رہا ہوں

میں شعلہ لب سے کر کے سیال
طاؤس و رباب پی رہا ہوں

وہ لب ہیں بلا کے زہر آگیاں
میں جن کا لعاب پی رہا ہوں



جب تری خواہش کے بادل چھٹ گئے
ہم بھی اپنے سامنے سے ہٹ گئے

رنگِ سرشاری کی تھی جن سے رسد
دل کی ان فصلوں کے جنگل کٹ گئے

اک چراغاں ہے ہوس میں دیر میں
جشن اس کا ہے دل و جاں بٹ گئے

شہرِ دل اور شہرِ دنیا الوداع
ہم تو دونوں ہی طرف سے کٹ گئے

ہو گیا سکتہ خردمندوں کو جب
 مات کھاتے ہی دوانے ڈٹ گئے

چاند سورج کے علم اور واپسی
 وہ ہوا ماتم کے سینے پھٹ گئے

☆

وہ جو اپنے مکان چھوڑ گئے
 کیسے دنیا جہان چھوڑ گئے

اے زمین وصال لوگ ترے
 ہجر کا آسمان چھوڑ گئے

تیرے کوچے کے رخصتی جاناں
 ساری دنیا کا دھیان چھوڑ گئے

روزِ میداں وہ تیرے تیر انداز
 تیرے کر کمان چھوڑ گئے

جون لالچ میں آن بان کی یار
 اپنی سب آن بان چھوڑ گئے



آدی وقت پر گیا ہوگا
وقت پہلے گزر گیا ہوگا

وہ ہماری طرف نہ دیکھ کے بھی
کوئی احسان دھر گیا ہوگا

خود سے مایوس ہو کے بیٹھا ہوں
آج ہر شخص مر گیا ہوگا

شام تیرے دیار میں آخر
کوئی تو اپنے گھر گیا ہوگا

مرہم بھر تھا عجب اکسیر
اب تو ہر زخم بھر گیا ہوگا

Virtual Home
for Real People



بے انتہائی شیوہ ہمارا سدا سے ہے
اک دم سے مھولنا اسے پھر ابتدا سے ہے

یہ شام جانے کتنے ہی رشتوں کی شام ہو
اک حُزنِ دل میں نکہتِ موجِ صبا سے ہے

دستِ شجر کی تحفہ رسانی ہے تابہ دل
اس دم ہے جو بھی دل میں مرے وہ ہوا سے ہے

جیسے کوئی چلا بھی گیا ہو اور آئے بھی
احساسِ مجھ کو کچھ یہی ہوتا فضا سے ہے

دل کی سہولتیں ہیں عجب، مشکلیں عجب
نا آشنائی سی عجب اک آشنا سے ہے

اس میں کوئی گلہ ہی روا ہے نہ گفتگو
جو بھی یہاں کسی کا سخن ہے وہ جاسے ہے

آئے وہ کس ہنر سے لبوں پر کہ مجھ میں جو
اک خامشی ہے جو مرے شورِ نوا سے ہے

Virtual Home
for Real People



دل جو ہے آگ لگا دوں اس کو
اور پھر خود ہی ہوا دوں اس کو

جو بھی ہے اس کو گنوا بیٹھا ہے
میں بھلا کیسے گنوا دوں اس کو

تجھ گماں پر جو عمارت کی تھی
سوچتا ہوں کہ میں ڈھادوں اس کو

جسم میں آگ لگا دوں اس کے
اور پھر خود ہی بجھا دوں اس کو

ہجر کی نذر تو دینی ہے اسے
سوچتا ہوں کہ بھلا دوں اس کو

جو نہیں ہے مرے دل کی دنیا
کیوں نہ میں جون مٹا دوں اس کو



Virtual Home
for Real People

مجھ کو شبِ وجود میں تائشِ خواب چاہیے
شوقِ خیال تازہ ہے یعنی عذاب چاہیے

آج شکستِ ذات کی شام ہے مجھ کو آج شام
صرف شراب چاہیے، صرف شراب چاہیے

کچھ بھی نہیں ہے ذہن میں کچھ بھی نہیں سواب مجھے
کوئی سوال چاہیے کوئی جواب چاہیے

اس سے نبھے گا رشتہ سودوزیاں بھی کیا بھلا
میں ہوں بلا کا بد حساب اس کو حساب چاہیے

امن و امان شہر دل خواب و خیال ہے ابھی
یعنی کہ شہر دل کا حال اور خراب چاہیے

جانِ گماں ہمیں تو تم صرف گمان میں رکھو
تشنہ لبی کو ہر نفس کوئی سراب چاہیے

گھل تو گیا ہے دل میں ایک مکتبِ حسرت و اُمید
جون اب اس کے واسطے کوئی نصاب چاہیے



Virtual Home
for all people

کسی حال میں نہیں ہوں کوئی حال اب نہیں ہے
جو گئی پلک تلک تھا وہ خیال اب نہیں ہے

میں سکون پاسکوں گا یہ گماں بھی کیوں کیا تھا
ہے یہی ملال کیا کم کہ ملال اب نہیں ہے

نہ رہے اب اس کے دل میں خلشِ شکستِ وعدہ
کہ یہاں کوئی حسابِ مہ و سال اب نہیں ہے

یہ دیارِ دید کیا ہے گئے دشتِ دل سے بھی ہم
کہ ختنِ زمین میں بھی وہ غزال اب نہیں ہے

جو لیے لیے پھری ہے تجھے روز اک نگر میں
مرے دل ترے نگر میں وہ مثال اب نہیں ہے

لبِ پُر سوال لے کے ہمیں گوبہ گوبہ ہے پھرنا
ہو کوئی جواب بر لب یہ سوال اب نہیں ہے



ہونے کا دھوکا ہی تھا
جو کچھ تھا وہ تھا ہی تھا

اب میں شاید تہہ میں ہوں
پر وہ کیا دریا ہی تھا

بُود مری ایسی پکھری
بس میں نے سوچا ہی تھا

بھولنے بیٹھا تھا میں اُسے
چاند ابھی نکلا ہی تھا

ہم کو صنم نے خوار کیا
ورنہ خدا اچھا ہی تھا

کیسا ازل اور کیسا ابد
جس دم تھا لمحہ ہی تھا

☆

آپ اپنا غبار تھے ہم تو
یاد تھے یادگار تھے ہم تو

پردگی! ہم سے کیوں رکھا پردہ
تیرے ہی پردہ دار تھے ہم تو

وقت کی دھوپ میں تمہارے لیے
شجر سایہ دار تھے ہم تو

اڑے جاتے ہیں دُھول کے مانند
آندھیوں پر سوار تھے ہم تو

ہم نے کیوں خود پہ اعتبار کیا
سخت بے اعتبار تھے ہم تو

شرم ہے اپنی بار بار کی
بے سبب بار بار تھے ہم تو

کیوں ہمیں کر دیا گیا مجبور
خود ہی بے اختیار تھے ہم تو

تم نے کیسے بھلا دیا ہم کو
تم سے ہی مستعار تھے ہم تو

خوش نہ آیا ہمیں جیسے جانا
لمحے لمحے پہ بار تھے ہم تو

سہہ بھی لیتے ہمارے طعنوں کو
جان من جاں نثار تھے ہم تو

خود کو دورانِ حال میں اپنے
بے طرح ناگوار تھے ہم تو

تم نے ہم کو بھی کر دیا برباد
نادر روزگار تھے ہم تو

ہم کو یاروں نے یاد بھی نہ رکھا
جون یاروں کے یار تھے ہم تو

www.HallaGulla.com ☆

راس آ نہیں سکا کوئی پیمان الوداع
تو میری جانِ جاں سو مری جان الوداع

میں تیرے ساتھ بچھ نہ سکا ہد گزرگئی
اے شمع! میں ہوں تجھ سے پشیمان الوداع

میں جارہا ہوں اپنے بیابانِ حال میں
دامان الوداع! گریبان الوداع

اک رودِ ناشناس میں ہے ڈوبنا مجھے
سو اے کنارِ رود، بیابان الوداع

خود اپنی اک متاعِ زبوعِ زبوں رہ گیا ہوں میں
سو الوداع، اے مرے سامان الوداع

سہنا تو اک سزا تھی مراد تھی مرادِ محال کی
اب ہم نہ مل سکیں گے، میانِ جان الوداع

اے شام گاہِ صحنِ ملال ہیشگی
کیا جانے کیا تھی تیری ہر اک آن، الوداع

کس کس کو ہے علاقہ یہاں اپنے غیر سے
انسان ہوں میں، تو بھی ہے انسان الوداع

نسبت کسی بھی شے سے کسی شے کو یاں نہیں
ہے دل کا ذرہ ذرہ پریشان الوداع

رشتہ مرا کوئی بھی "الف"، "بے" سے اب نہیں
امروہا الوداع سو اے "بان" الوداع

اب میں نہیں رہا ہوں کسی بھی گمان کا
اے میرے کفر، اے مرے ایمان الوداع

Virtual Home
for Real People



مذاق

تھی گر آنے میں مصلحت حائل
یاد آنا کوئی ضروری تھا
دیکھیے ہو گئی غلط فہمی
مسکرانا کوئی ضروری تھا
لیجئے بات ہی نہ یاد رہی
گنگنا ان کوئی ضروری تھا
گنگنا کر مری جواں غزلیں
جھوم جانا کوئی ضروری تھا
مجھ کو پا کر کسی خیال میں گم
چھپ کے آنا کوئی ضروری تھا
اُف وہ زلفیں، وہ ناگنیں، وہ ہنسی
یوں ڈرانا کوئی ضروری تھا
اور ایسے اہم مذاق کے بعد
زوٹھ جانا کوئی ضروری تھا



تمہارے اور میرے درمیاں

تمہارے اور میرے درمیاں اک بات ہونا تھی
بلا کا دن نکلنا تھا بلا کی رات ہونا تھی
بلا کا دن بھی نکلا اور بلا کی رات بھی گزری
عذابِ ذات بھی گزرا فنائے ذات بھی گزری



مگر معلوم نا معلوم میں جانے نہ جانے کیوں
تمہارے اور میرے درمیاں وہ بات جانم جاں
کسی صورت نہ ہو پائی کسی صورت نہ ہو پائی
میرے دل اور میری جان کے گزرے زمانے کیوں
تمہارے اور میرے درمیاں اک بات ہونا تھی

تمثیل

(پہلا منظر)

میں لمحوں کا گداگر تھا
تمہارے جاوداں افروز لمحوں کی پذیرش کا گداگر تھا
سراسر اک گداگر
ایک بے کشلول وکاسہ ایک بے کوچہ بہ کوچہ
بے صدا بے دعا از خود گزشتہ اک گداگر تھا
جو گمان پر سر و سودا کے جاں پرور سراغ آرزو آگیاں میں
رفتہ اور آئندہ کے خوابوں کی گدائی پیشہ کرتا تھا
خیالوں کو، نفس بودش خیالوں کو، ابدانہ پیشہ کرتا تھا
یہ اک تمثیل تھی بے صحنہ تمثیل
اور جو کچھ تھا یہی تھا بس یہی کچھ تھا

(دوسرا منظر)

پھرس کے بعد جانانہ
تماہری جاودانہ آرزو کے بازوانِ مرمیں
میرے، مرے آغوش کے مرگِ سفید بے گغاں میں
میری دل جو زندگی تھے ارجمندی تھے
میں جن میں خرم و خرسند رہتا تھا
یہ میری دم بہ دم کی زندگی کی صحنہ تابی تھی
میری ہر آرزو پہلو سبزہ گوں تھی اور شہابی تھی

(تیسرا منظر)

پھر اس کے بعد کے منظر میں

(یعنی اس گھڑی)

جو پیش آیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ میں تم میں
تمہارے جاں فزا آغوش کی نزدیک تر خوشبوئی میں

اور اس کے گردا گرد میں دم توڑ دیتا ہوں

پھر اس کے بعد زندہ ہو کے اٹھتا ہوں

قیامت کی ہنسی ہنستا ہوں

پھر سکتے ہیں رہ جاتا ہوں

آخر اک نہایت خندہ آور گریہ کرتا ہوں

شکر جی

دُکھ ہیں اور میں ہوں

میں ہوں اور دُکھ ہیں

قاتل خُرسکھ ہیں ہیں

شکر جی گونگے شکر جی

ہونٹ مرے لگھ ہیں

میں ہوں اور دُکھ ہیں

زہر ناب کادن

(جاوید معنی کی وفات پر)

ہم سے بے واسطہ نہیں ہے وہ
 وہ یہیں تھا یہیں کہیں ہے وہ
 کر گیا ہے وہ رم کسی جانب
 اک غزالِ گزل زمیں ہے وہ
 میرا جاوید، معنی جاوید
 خود بھی اک شعر دل نشین ہے وہ
 میں ہوں اپنا حریفِ سخت کماں
 روزِ ہیجا مری کمیں ہے وہ
 در شب کوچ یارِ م افروخت
 کہ مرا سالک گزریں ہے وہ
 آخرش میرا ہی تو ہے شاگرد
 سب جہاں ہیں، وہیں نہیں ہے وہ
 کیسے میں سہہ سکوں گا ہجر اس کا
 کہ مرا نازو نازیں ہے وہ
 خاک گنجینہ زمیں ہو خاک
 زیرِ گنجینہ زمیں ہے وہ
 غم میں غالب کا سہہ رہا ہوں آج
 آج عارت کا ہم نشین ہے وہ

اب زمیں بوس آستاں ہوں میں
 آسماں مرتبہ بوس آستاں ہوں میں
 آسماں مرتبہ جبیں ہے وہ
 اُس نے مارا اپنے مرشد کو
 کس بلا کا جہنمیں ہے وہ
 اب رگوں میں مری بچا ہے جو خوں
 مآل مژگاں و آستیں ہے وہ
 پڑ گیا چین، دل ہوا یک سو؟
 وہ جو تھا اب کہیں نہیں ہے وہ
 نالہ ہا، شورہا، تپیدن ہا
 میرے ہوتے کفن گزریں ہے وہ
 آج کا دن نہیں شراب کا دن
 آج ہے جون زہر ناب کا دن

Virtual Home
for Real People

پہنادراز اور ژرفا

فضائے نیلگونِ آسماں ہے اور میں ہوں
اور وہ سب کچھ نہیں ہے جو کبھی تھا
اور وہ جو ہو بھی سکتا تھا مگر اک وہم ہی تھا
اور اب تو خود سے اک بے گانہ داری ہے
بلا کی دم گزاری ہے
کہ بُو دَش زخمِ کاری ہے

میں خود سے سرزندہ ہوں
میں جاں بر کف نہندہ ہوں
میں خود اپنا کُشدہ ہوں
سواب میں خون تھوکوں گا
عجب اک شکر فی سقے کروں گا
کیا یہ حالت آج کی ہے
آج کی؟

میرا گماں یہ ہے
یہ حالت آج کی ہرگز نہیں ہے
یہ تو میرے باطنِ باطن
یہ میرے کامنِ کامن کے جبرِ سرمدی کا
ایک حالِ جابرانہ ہے
یہی میرا زمانہ تھا یہی میرا زمانہ ہے
مرے ہم زادِ کرب اُفتادنے
سیر و سفر در زبلاکت زادنے

نشیان نے شیطان نے مجھ کو بتایا ہے
کہ میں اُس رائیگاں کی شش جہت میں مر کے آیا تھا
کہ میں تاوان ہستی بھر کے آیا تھا

یہاں کوئی حقیقت بھی نہیں ہے اور فسانہ بھی

جو کچھ ہے وہ پہنا ہے گماں کا ایک پہنا ہے

دراز اور ژرفا ہے

وہ یعقوب سرا سرداستاں کا صرف یہو ہے

سو بُو دُش اور اس کا زخمِ کاری کیا

گمانِ صد عذابِ ذات کی لمحہ شماری کیا

انگارے

تم؟

تمہارا نام؟

لیکن میں نے یہ نام آج پہلی بار تم سے ہی سنا

ہے

کون ہو تم؟

کون تھیں تم؟

اب رہا میں یعنی میں

میں تو کبھی تھا ہی نہیں

تھا ہی نہیں میں

اور سارے کاغذوں پر صرف انگارے لکھے ہیں

صرف انگارے

تم مجھے بتاؤ تو...

تم نے مجھ کو لکھا ہے، میرے خط جلا دیجئے
مجھ کو فکر رہتی ہے آپ انہیں گنوا دیجئے
آپ کا کوئی ساتھی دیکھ لے تو کیا ہوگا
دیکھیے میں کہتی ہوں یہ بہت بُرا ہوگا



میں بھی کچھ کہوں تم سے اے میری فروزینہ

رشتک سروسیمینا

اے بہ ناز کی مینا

اے بہ جلوہ آئینہ

میں تمہارے ہر خط کو لوحِ دل سمجھتا ہوں

لوحِ دل جلا دوں کیا

سطر سطر ہے ان کی، کہکشاں خیالوں کی

کہکشاں لُٹا دوں کیا

جو بھی حرف ہے ان کا، نقش جانِ شیریں ہے

نقشِ جاں مٹا دوں کا

ان کا جو بھی نقطہ ہے، ہے سوا دینائی

میں انہیں گنوا دوں کیا

لوحِ دل جلا دوں کیا
 کہکشاں لٹا دوں کیا
 نقشِ جاں مٹا دوں کیا



www.HallaGulla.com

مجھ کو ایسے خط لکھ کر اپنی سوچ میں شاید
 جرم کر گئی ہو تم
 اور خیال آنے پر اس سے ڈر گئی ہو تم
 جرم کے تصور میں گر یہ خط لکھے تم نے
 پھر تو میرے میں جرم ہی کیے تم نے
 اے مری فوزینہ
 دل کی جان زرینا!
 رنگ رنگ رنگینا!
 بات جو ہے وہ کیا ہے
 تم مجھے بتاؤ تو.....
 میں تمہیں نہیں سمجھا
 تم سمجھ میں آؤ تو
 جرم کیوں کیے تم نے
 خط ہی کیوں لکھے تم نے

Virtual Home
 for Real People

بے ساز و ساماں

حقیقت مجھ کو راس آتی نہیں ہے
 غزالہ! تم گقط اک خواب ہو کیا
 تمہاری جاودانہ جستجو ہے
 مری جاں! تم جو ہو نایاب ہو کیا
 سراپا سحر، یکسر بے نیازی
 تم اک آہنگ بے مضرب ہو کیا



مری زیبائسائے شعر ہو تم
 تمہارا سحر میری شاعری ہے
 تمہاری آرزوئے جاودانہ
 جمالِ جاودانِ زندگی ہے
 تمہیں دیکھا ہے پر دیکھا نہیں ہے
 تمہارے خواب کو سجدے کیے ہیں
 تمہارے بجر بے وعدہ میں میں نے
 تمہاری یاد کے بو سے لیے ہیں
 بدن ہو تم خیالِ جاوداں کا
 بدن کو پیرہن بھی چاہیے ہے
 شمیمِ جاں نوازِ یاسمن کو
 نہالِ یاسمن بھی چاہیے ہے
 نظر ہے خواب کی بے ساز و ساماں
 نظر کو بھی تو کچھ بخشو مری جاں

فارہہ

تم جو میری جانِ جاں تھیں فارہہ
 کون تھیں تم اور کہا تھیں فارہہ
 ہوں میں اب اور اک جہانِ ناشناس
 تم ہی بس میرا جہاں تھیں فارہہ
 کیا ہوا وہ رودِ خوابِ جاں کہ تم
 جس میں دست و پا زناں تھیں فارہہ
 میں غریقِ رودِ زہرِ ناب ہوں
 تم جو تھیں نوشیں زباں تھیں فارہہ
 اور کہہ سکتا ہوں کیا میں یعنی میں
 تم زمین و آسماں تھیں فارہہ
 اب تو ہوں میں اک خزاں اندر خزاں
 تم بہارِ بے خزاں تھیں فارہہ
 اب میں ہو خانہ بدوش اور تم مرا
 اک مکانِ جاوداں تھیں فارہہ
 میں تھا میرِ داستاں یعنی کہ تم
 داستاںِ داستاں تھیں فارہہ
 کیا بھلا میرا وجود اور کیا عدم
 تم "نہیں" تھیں اور "ہاں" تھیں فارہہ
 ہاں میں شاید تھا بہت نا مہرباں
 تم بلا کی مہرباں تھیں فارہہ
 تھی وہ اپنی درمیانی بھی عجیب

یعنی تم نادرمیاں تھیں فارہہ
 کیوں نہ تھوکا جائے اب خونِ جگر
 یعنی تم میرا زیاں تھیں فارہہ
 ہائے وہ بادِ برہنِ سبز کوک
 پر تم اک روڈِ دُخاں تھیں فارہہ
 کیسی کوشِ بنی خوش اُمیدی کہاں
 تم تو ہشر بے اماں تھیں فارہہ
 کچھ نہیں تھیج تم نہیں تھیں کچھ بھی تم
 پر مرا ہندوستان تھیں فارہہ
 مجھ تک آئیں جانے کتنی کسبیاں
 تم ہی شہ بانوے جاں تھیں فارہہ
 سب کنیریں تھیں تمہاری جاںِ من
 تم مری نوجہاں تھیں فارہہ
 جو بدل ٹھیریں تمہارا وہ سبھی
 کتنی گھٹیا لڑکیاں تھیں فارہہ
 میں جو ہوں اب میں ہوں بے نام و نشان
 تم مرانام و نشان تھیں فارہہ
 تم نوائے جاوداںِ جاں ہو جاں
 تم نوائے جاوداں تھیں فارہہ
 ایک دل تھا جو کہ تھا اور ایک جاں
 اور تم ان کے درمیاں تھیں فارہہ
 میں تمہیں میں ٹھو کریں کھا تا رہا
 کیوں تم اتنی مہرباں تھیں فارہہ
 اک جہانِ بے جہانِ بے جہانِ خواب تھا
 اور تم اس کا سماں تھیں فارہہ

میں نے تم کو اپنے دل کا گھر دیا
تم جو تھیں بے خانماں تھیں فارہہ
شکوہ ہا شور دگی ہا شور ہا
تم بہت کمتر گماں تھیں فارہہ

☆

اب مجھے آزاد کر دو چھوڑ دو
جان و دل کے سارے رشتے توڑ دو
جب کوئی منزل نہیں میری تو پھر
رُخ کسی جانب بھی میرا موڑ دو

☆

کچھ نہیں تھا کیا حقیقت کا خیال
ایک افسانے تھے ممکن اور محال
اک " عبث " میں خونِ دل تھو کا گیا
کوئی بھی حالت نہیں تھی اور حال

☆

اک گمانِ بے گماں ہے زندگی
داستاں کی داستاں ہے زندگی
دَم بہ دَم ہے اک فراقِ جاوداں
اک جبیں بے آستاں ہے زندگی

کھکشاں بر کھکشاں ہے اک گریز
 بود بے سودوزیاں ہے زندگی
 ہے مری تیرہ نگاہی اک تلاش
 تم کہاں ہو اور کہاں ہے زندگی

www.HallaGulla.com

☆

دل تھا درہم اور برہم رائیگاں
 تھے تمہاری زلف کے خم رائیگاں
 اپنی ساری آرزوئیں تھیں فریب
 اپنے خوابوں کا تھا عالم رائیگاں
 جون شاید کچھ نہیں کچھ بھی نہیں
 ہے دوام اک وہم اور دم رائیگاں
 زندگی بس رایگانی ہی تو ہے
 میں بہت خوش ہوں کہ تھے ہم رائیگاں
 ہم رسا اور نارسا کچھ بھی نہ تھے
 یعنی جون و فاہہ کچھ بھی نہ تھے

Virtual Home
 for Real People

قطعات

نغمہ ناز نے بے حال کیا ہے تم کو
اپنے ہی زور میں کمزور ہوئی جاتی ہو
میں کوئی آگ نہیں، آج نہیں، دھوپ نہیں
کیوں پسینہ میں شرابور ہوئی جاتی ہو

.....

بات ہی کب کسی کی مانی ہے
اپنی ہٹ پوری کر کے چھوڑوگی
یہ کلائی یہ جسم اور یہ کمر
تم صراحی ضرور توڑو گی

.....

عجب تھا اس کی دل داری کا اندازہ
وہ برسوں بعد جب مجھ سے ملا ہے
بھلا میں پوچھتا اس سے تو کیسے
متاع جاں! تمہارا نام کیا ہے؟

.....

کیا ہیں وہ اپنی وعدہ گاہیں
ہر چیز بدل گئی یہاں تو
میں شہر وفا سے آرہا ہوں
کوئی بھی نہیں ملا وہاں تو

www.HallaGulla.com

لہو روتے نہ اگر ہم دمِ رخصت یاراں
کیا عجب تھا جو کوئی اور تماشا کرتے
چلو اچھا ہے کہ وہ بھی نہیں نزدیک اپنے
وہ جو ہوتا تو اُسے بھی نہ گوارا کرتے

.....

تیری یادوں کے راستے کی طرف
اک قدم بھی نہیں بڑھوں گا میں
دل تڑپتا ہے تیرے خط پڑھ کر
اب ترے خط نہیں پڑھوں گا میں

Virtual Home
for Real People

www.HallaGulla.com



**Virtual Home
for Real People**